تعمیرِ حیات
لکھنؤ

جب تمدّن ......

جب تمدّن اپنے حدود سے تجاوز کر جاتا ہے، جب وہ اخلاقیات کو یکسر فراموش کر دیتا ہے، جب انسان اپنی سفلی خواہشات اور نفس کے حیوانی تقاضوں کی تکمیل کے سوا ہر مقصد اور ہر حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے، جب اس کے پہلو میں انسان کے دل کے بجائے بھیڑیئے اور چیتے کا دل پیدا ہو جاتا ہے، جب اس کے جسم میں ایک فرضی معدہ اور ایک لامحدود نفس امارہ جنم لیتا ہے، جب دنیا پر جنون کا دورہ پڑتا ہے تو قدرتِ خداوندی اس کو سزا دینے یا اس کے جنون کے نشہ کو اُتارنے کے لئے نئے نئے نشتر اور نئے نئے جرّاح پیدا کرتی ہے۔

کرتی ہے ملوکیت اندازِ جنوں پیدا
اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

Rs.10/-

۲۵ر نومبر ۲۰۰۶ء

Postal Regd. No.LW/NP/63/2006to2008
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Vol. No.43 Issue No. 24-25

25 October-10 November 2006

Ph. Off: 0522-2740406
Fax: 0522-2741834
E-mail: nadwa@[illegible]

Mobile: 09415786548
Mohd. Akram Jewellers
محمد اکرم جویلرس
Phone: Shop. 0522-2274606
(R) 0522-2616731

Ph:2266786
Mob:9415015169
ثناء جویلرس
SANA JEWELLERS
Riyaz Ahmad
Ghyas Ahmad
۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ چوک لکھنؤ۔۳
301/12, Sarai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Ph:2260433
جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم
گہنہ پیلس
میں آپ کا خیر مقدم ہے
Gehna Palace
Whenever you see Jewellery
Think of us
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں محمد فاروق خاں (چاند)
[illegible] کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
خوشبودار عطریات
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دوکان
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
تیار کردہ
اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج
IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel.: 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell.91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845
Shop: [illegible]
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر محمد اسلم
HAJI SAFIULLAH JUWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

Editer: *Shamsul Haq Nadwi* Office. Ph: 2740406 Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Kakori Offset Press , Lucknow.

DESIGNED BY HAMID DALIGANJ, LUCKNOW. Mob: 9415769282

جرائد ۹۴۵۳ / ۱۵۵۸۴۳

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۴ — شمارہ نمبر ۲

۲۵ر نومبر ۲۰۰۶ء مطابق ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

مدیر مسئول: مولانا نذر الحفیظ ندوی

نائب مدیر: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا عبد اللہ حسنی ندوی • مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

• امین الدین شجاع الدین

سالانہ زر تعاون ۲۰۰/ — فی شمارہ ۱۰/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے - ۴۰ر ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے پہلے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زر تعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، اگر ممکن ہو تو اپنے فون نمبر کے ساتھ بھیجئے۔ (مدیر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اظہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

شعر وادب		
سرکشوں کو الٰہی نہ کر بے لگام	مولانا محمد ثانی حسنی	۲
اداریہ		
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا	نذر الحفیظ ندوی	۳
تاریخ وتذکرہ		
عربی علوم وآداب کے ارتقاء…	پروفیسر محمد اجتبا ندوی	۵
پس منظر		
سعودی مزاج	ع۔س۔ امتیاز مسلم	۷
حرم مکی		
مسجد نبوی کا نیا توسیع شدہ حصہ	ابو المعظم ندوی	۱۰
اصلاح معاشرہ		
عقیدہ کی پختگی اور توازن	سید بلال حسنی ندوی	۱۲
جائزہ		
جیلوں میں مسلم قیدیوں کا تناسب		۱۳
شخصیت		
علامہ سید سلیمان ندوی	پروفیسر سید سلمان ندوی	۱۴
وفیات		
مولوی محمود الازہار ندوی مرحوم	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۹
تہذیب مغرب		
کلیسا پر اسلام کے احسانات	سلمان نسیم ندوی	۲۰
ہوشیار		
روٹری کلب	محمد وثیق ندوی	۲۲
سیر وسیاحت		
تین دن آرزوؤں اور حسرتوں	مولانا عیسیٰ منصوری (لندن)	۲۴
فقہ وفتوی		
فقہی مسائل	مفتی محمد طارق ندوی	۲۷
روداد		
ڈاکٹر تقی الدین مظاہری ندوی کا خطاب	محمد جاوید اختر ندوی	۲۸
اعلان		۲۹
فرزندان ندوۃ العلماء کے نام	ادارہ	۳۲
اپیل		

مدارس عربیہ کے نونہالوں سے

عزیزو! آج زمانہ کے خیالات اور دنیا کے واقعات میں اس تیزی کے ساتھ تبدیلی ہو رہی ہے، کہ ان کے جانے اور سمجھے بغیر آپ مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے، دنیا میں سیاسی اور اقتصادی خیالات ایسے چھائے ہوئے ہیں اور انقلاب کی گھڑیاں اس طرح پے در پے آ رہی ہیں اور گزر رہی ہیں کہ ایک عالم دین کے لئے جس کو مسلمان کا خدمت گزار ہونا ہے، ان کو سمجھنا اور ان کے حل کی تدبیر سوچنا ضروری ہے، صرف اعراض وتغافل سے آپ ان دقتوں کو حل نہیں کر سکتے، صرف آپ کی توجہ نہ کرنے سے دنیا اپنے قاعدہ کو بدل سکتی ہے اور نہ زمانہ اپنے رخ کو پلٹ سکتا ہے، مشکلات کا مقابلہ کرنا اور موجودہ جدوجہد میں مناسب حصہ لینا اور ملک وقوم کی زندگی میں مسلمانوں کے مناسب مقام حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا بھی ایک عالم دین کا فرض ہے۔

یہ نہ بھولیں کہ ہمارے علماء کو اخلاق میں مقدور بھر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ کا اور سلف صالحین کا نمونہ بننا چاہئے، ان میں ایثار ہو، ان میں مالی قناعت ہو، ان میں امیروں اور دولت مندوں کی خوشامد اور چاپلوسی سے احتراز ہو، ان کو بلند نظر، بلند ہمت، حق گو اور حق کے اظہار میں بے باک ہونا چاہئے۔

(حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ)

شعر و ادب

سرکشوں کو الٰہی نہ کر بے لگام

از.........مولانا محمد ثانی حسنیؒ

سرکشوں کو الٰہی نہ کر بے لگام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

اے خدا! ہر طرف ظلم کا راج ہے — جو ہے ظالم وہی صاحب تاج ہے
عدل پامال ہے، رحم تاراج ہے — بے کسوں پر تشدد روا آج ہے

ظلم کرتے ہیں جو ان سے لے انتقام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

بوجھ ہم پر نہ رکھ جسکی طاقت نہ ہو — کام تو وہ نہ لے جس کی ہمت نہ ہو
اس جہاں میں ہماری بری گت نہ ہو — غیر کے سامنے ہم کو ذلت نہ ہو

ساری دنیا ہمارا کرے احترام
توہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

لمحہ لمحہ ہر انسان کی خیرکر — ہر نفس ہر مسلمان کی خیر کر
دم بدم اہلِ ایمان کی خیر کر — قلب کی خیر کر، جان کی خیر کر

عافیت سے رہیں سب خواص وعوام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

سارے محروم ومظلوم بے کس سقیم — بے سہارا غریب اور بیوہ یتیم
تیری رحمت کے محتاج ہیں اے کریم — ان غریبوں پہ فرما تو لطف عمیم

جو مسافر ہوں ان کا سفر کر تمام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

ادار یہ

’’آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا‘‘

از.........نذر الحفیظ ندوی

آج کل ہندوستانی مسلمانوں سے متعلق سچر کمیٹی کی سروے رپورٹ کا بڑا تذکرہ ہے، ہندوستانی میڈیا میں بڑے زور وشور سے اس پر بحث ہورہی ہے، فرقہ پرست پارٹیاں اس جائزہ کو لے کر آسمان سر پر اٹھارہی ہیں جیسے یہاں کے مسلمانوں نے سارے حقوق پر بلاشرکت غیرے قبضہ کرلیا ہے اور اکثریت کو ان سے محروم کردیا گیا ہے، ان پارٹیوں کے احتجاجی بیانات سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آزادی کے بعد سے اب تک تمام حکومتوں نے ہندوستانی مسلمانوں کیساتھ انصاف، حسن سلوک، اور سیاسی ومعاشی حقوق کی ادائگی میں سارے رکارڈ توڑ ڈالے ہیں ان پارٹیوں کی چیخ وپکار کو دیکھئے دوسری طرف ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ساٹھ سالہ عہد حکمرانی میں ظلم وناانصافی کو دیکھئے، تو یہ بات اچھی طرح واضح ہوجائے گی کہ تمام مسلم کش فسادات میں صرف اور صرف مسلمانوں ہی کا جانی اور مالی نقصان ہوا، اور وہی جیلوں میں بند کئے گئے، ہندوستان کے تمام صوبوں میں مسلمانوں کا تناسب جیلوں میں سب سے زیادہ ہے، معاشی میدان ہو یا تعلیم کا، مسلمانوں کی پسماندگی رکارڈ توڑ ہے، پھر بھی فرقہ پرست پارٹیوں کی تشفی نہیں ہورہی ہے، گویا ان کی دلی تمنا یہی ہے کہ تمام مسلمانوں کو یا تو قبرستان بھیجدیا جائے یا پھر پاکستان، یا پھر ہندو سانچے میں ڈھل جائیں، دوسری طرف جو سیاسی پارٹیاں مسلمانوں کے تئیں ہمدردی رکھتی ہیں وہ صرف ووٹ حاصل کرنے کے لئے ہمدردانہ بیانات دینے پر اکتفا کرتی ہیں، مسند اقتدار پر ہونے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ بنیادی انصاف کرنے کی ہمت نہیں کرسکتیں، ان پارٹیوں کی طرف سے مسلمانوں پر احسانات اور حسن سلوک کا ذکر اس طرح کیا جاتا ہے جیسے انھوں نے سارے حقوق ادا کردئے اور تنہا یہی پارٹی مسلمانوں کی خیر خواہ ہے، یہ خیر خواہی نقطۂ عروج پر اس وقت پہونچ جاتی ہے جب پارٹی کا رہنما چند مسلمانوں کو افطار کرادیتا ہے اور مسلمانوں جیسی ٹوپی اور رومال لگا کر یہ تاثر دیتا ہے کہ اس نے سارے حقوق ادا کردیئے، آزادی کے بعد سے یہی ہورہا ہے اور ہر الیکشن کے موقع پر سیاسی وعدوں کا سیلاب آجاتا ہے، لیکن اقتدار کی کرسی پر براجمان ہونے کے بعد یہ حکمراں حسب سابق گہری نیند سوجاتے ہیں۔

تقسیم کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ مستقبل میں جو سلوک ہونے والا تھا اس کا ادراک اور آئندہ اس کے تدارک کے لئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے سب سے پہلے اپنے رسالہ نشان راہ میں توجہ دلائی تھی انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اس ملک میں باعزت زندگی گزارنے اور دینی تشخص وامتیاز کے ساتھ اس ملک میں باقی رہنے کے لئے جس راہ کی نشاندہی کی تھی وہی مسلمانوں کے مسائل ومشکلات کو حل کرنے کا صحیح راستہ ہے۔

تقسیم ہند کے بعد اس ملک میں مسلمان سہمے ہوئے تھے، اکثریت کے عزائم بڑے خطرناک رخ اختیار کررہے تھے ۱۹۴۷ء کے انقلاب کو صرف سیاسی انقلاب کے بجائے ایک نئی زندگی اور ہندو مذہب کی نشاۃ ثانیہ کے طور پر دیکھا جارہا تھا اور کھلے طریقہ پر اعلان کیا جارہا تھا کہ اس ملک میں صرف ایک ہی تہذیب اور ایک ہی زبان رہے گی اس میں کسی دوسری تہذیب اور کسی مشترک زبان کی گنجائش نہیں، اس ملک کی زمین اور اس کی تہذیب کی تاریخ کے مطالعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی تھی کہ یہاں کی تہذیب نے مسلمانوں سے پہلے بیسیوں قوموں کو ان کے قومی خصائص اور دینی شعائر کو اس طرح ہضم کرلیا کہ ان کا وجود بھی باقی نہیں رہ گیا، تیسری طرف خود مسلمانوں کے دینی حاسہ کی کمزوری اور قوت مدافعت کے بڑی حد تک خاتمہ کی وجہ سے مسلمانوں کے صرف

سیاسی حریف اور معاشی رقیب بنے رہنے ہی کو مسئلہ کا حل سمجھا جاتا تھا۔ اس صورت حال نے ہندوستان کے عام مسلمانوں کو اپنے مستقبل کی طرف سے ناامید اور مایوس کردیا تھا، ان میں اپنے دین وتہذیب کی طرف سے ادنیٰ مدافعت اور اس پر کم سے کم استقامت کی بھی ہمت نہیں رہی، لیکن دینی دعوت سے وابستہ حضرات نے امت کی داعیانہ حیثیت پر پڑے دبیز پردوں کو ہٹانے کی مخلصانہ جدوجہد کی، مسلمان اس ملک میں سیاسی حریف اور معاشی رقیب بننے کے بجائے ایسے بےلوث داعی کی حیثیت سے کھڑے ہوئے جو اپنے فوائد ولذائذ کے حصول کے لئے نہیں بلکہ نسل آدم بقاء کے لئے ہی اس کو اس دنیا میں بھیجا گیا ہے، ساٹھ سال کے اندر یہاں کے مسلمان کہاں سے کہاں پہونچ گئے اس کے تفصیلی جائزے کا یہ موقع نہیں البتہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے کہ دعوت کی برکت سے مسلمانوں کا دینی شعور بیدار ہوا، مدارس اور مساجد میں اضافے ہوئے، دینی ودعوتی سرگرمیوں کو آزادی سے انجام دینے کی وجہ سے دینی وتہذیبی تشخص باقی رکھنے میں مدد ملی، مسلم کش فسادات اور معاشی وسیاسی اور تعلیمی محاذوں پر زبردست رکاوٹوں اور غیر معمولی ہمت شکن مصائب اور قدم قدم پر ہولناک اور تباہ کن طوفانوں کا سامنا کرنے کے باوجود ہندوستانی مسلمان نہ صرف زندہ ہیں بلکہ دوسرے ملکوں کو زندگی کا پیغام پہونچا رہے ہیں۔

ہوا ہے گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

ہندوستانی مسلمانوں کی معاشی وسیاسی حقوق سے محرومی نے ان کے اندر اپنے دین ومذہب اور تہذیب سے وابستگی کا جذبہ پیدا کیا، ہندو تہذیب کی تعلیم کے ذریعہ دعوت نے مسلمانوں کے اندر قوت مدافعت اور اسلامی تہذیب وثقافت سے شیفتگی ومحبت پیدا کی، صالح لٹریچر کی بروقت تیاری نے ان کو فکری غذا مہیا کی، انھوں نے نئی نسل کے ایمان کی فکر کو بنیادی اہمیت دی اور اپنی ہمت اور حوصلہ کے مطابق اس راہ میں قربانیاں بھی دیں اور قانونی وسیاسی جدوجہد کا طریقہ بھی اختیار کیا، سیاسی انداز کے احتجاج اور منفی انداز فکر کے بجائے مثبت اور تعمیری رویہ اپنایا اور سنگین حالات کے باوجود مسلمانوں نے مجموعی حیثیت سے اپنے ملی تشخص وامتیاز کو باقی رکھا، انھوں نے معاشی معیار بھی بلند کرنے کی کوشش کی لیکن اسی کیساتھ دعوت کا سب سے بڑا میدان جو ہمارے سامنے کھلا ہوا ہے وہ غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت کو پہونچانے کا بنیادی کام ہے اور عالمی پیمانے پر اسلام دشمنی کی فضا کے باوجود اسلامی دعوت کے لئے ہمارے ملک کی سرزمین بہت زیادہ ہموار ہے، دعوت کی یہ طاقت آج بھی دشمن کو دوست اور پتھر کو موم بنا سکتی ہے، اس دعوت اور پیغام کا سرچشمہ دو چیزیں ہیں: قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، ان کے اندر ایسی قوت وتاثیر اور کشش ہے کہ اندر اندر وہ اپنا راستہ اس طرح پیدا کر لیتے ہیں کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی، دلوں کو گھلا کر اور محبت کو پگھلا کر اپنی جگہ پیدا کر لیتے ہیں، پھر جسم کے ریشے ریشے میں اس طرح سما جاتے ہیں کہ

شاخ گل میں جس طرح باد سحرگاہی کا نم

اس کے لئے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک تو یہ کہ ان کو اس طرح پیش کیا جائے کہ ہر انسان ان کو اپنی چیز اور اپنے درد کی دوا سمجھے، دوسرے یہ کہ ان کو مسلمانوں کی غلطیوں اور خواہشوں سے الگ کر کے پیش کیا جائے اور اپنی کوتاہیوں کے اعتراف میں ذرہ برابر بھی تامل نہ کیا جائے، اگر محبت اور حکمت کے ساتھ یہ دو چیزیں پیش کی جائیں تو آج بھی پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹانے اور دریاؤں کا رخ بدلنے کی طاقت رکھتی ہیں۔

آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

☆☆☆☆☆

پہلی قسط

عربی علوم وآداب کے ارتقاء میں ایران کا حصہ

از ...... پروفیسر محمد اجتباء ندوی

ایران تہذیب وتمدن، زبان وادب، حکمت ودانائی، محاورے، مثل اور قصے کہانیوں اور افسانوں کا گہوارہ رہا ہے، اس کی ایک عظیم قدیم اور شاندار تاریخ ہے، اس بے بضاعت وکم مایہ قلم میں یہ جرأت نہیں ہے کہ اس کی مکمل تاریخ رقم کر سکے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ساسانی اور اس سے پہلے کے دور میں ایران علم وادب، ثقافت ومعرفت، مذہب وادیان اور صحیح، درست، منحرف عقیدے اور رجحانات اور ظلمت ونور کے مابین کشمکش کی وجہ سے دنیا کا مرکز توجہ رہا ہے اور ظلمت ونور کے مابین معرکہ وکشیدگی بہت تلخ اور شدید رہی ہے، تاریکی اتنی گہری تھی کہ سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی تھی، اچانک اس کے نشیبی علاقوں اور پہاڑی وبلند آبادیوں پر ایک نور جگمگا اٹھا جس نے ایران کے چپے چپے اور گوشے گوشے کو اپنی تابناک روشنی سے منور کر دیا۔ یہ (نور اسلام) تھا، جس نے تمام تاریکیوں کو شکست دے کر تابنا کی میں بدل دیا، اس کی تاریخی اور شاندار فتح (نہاوند) کے میدان میں مسلمان عربوں کے ذریعہ حاصل ہوئی، جس کے قائد وپیش رو جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ ابن یمانؓ تھے۔ اس وقت ایران اپنے پروردگار کے نور اور چاندنی سے جگمگا اٹھا، اور ایک نئے دور اور جدید تاریخ کا آغاز ہوا جو تاریخی مراحل طے کرتا ہوا ہمارے اس تابناک، بارونق، روشن اور شاندار دور میں جلوہ فگن ہو گیا۔ ایران نے زندگی کے ہر میدان میں وسیع وعریض اور تاریخ ساز ترقیاں کیں اور اپنے گذشتہ زمانوں کی بہ نسبت اس زریں دور میں امتیازی مقام حاصل کر لیا۔ عربوں اور عجمیوں کے درمیان ایک عجیب وغریب ہم آہنگی اور تعاون دیکھنے میں آیا۔ جو روز بروز مرحلے وار اور منزل بہ منزل بڑھتا چلا گیا۔ خاص طور سے اکیس (۲۱) ہجری سے دوسو پانچ (۲۰۵) ہجری کے درمیان اس نے غیر معمولی خدمات پیش کیں، اور ہر حلقہ اور ہر طبقہ اس سے متأثر ہوا، ان کی رہنمائی دین حنیف کر رہا تھا جو وحی ربانی قرآن مجید کے فیض کا نتیجہ تھا، اور دل کو موہ لینے والی حدیث نبوی ﷺ کی اثر انگیزی، تقدس وبرکت سے مالامال دعائیں اور صالح، سیدھی سادی، پاکیزہ اور صاف ستھری صحبت ورفاقت اس زرخیز شاداب مٹی میں اس طرح گھل مل گئی جس نے بے حد خوشنما پھول پودے اور پھل دار درخت اگا دیے، اور پورے ملک میں ایمان کی بہار آگئی، وہاں کے باشندے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اس کا مزاج وروح ان کے رگ وپے میں سرایت کر گیا جس سے سب اسی صراط مستقیم پر رواں دواں ہو گئے، بے حد شوق وذوق سے جزیرہ نمائے عرب کے شہروں کا رخ کیا، وہاں ٹھہر کر اور آباد ہو کر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی شاگردی وصحبت اختیار کر کے وہاں کے علمی وادبی اور دینی ودعوتی سرچشموں سے فیض یاب ہونے لگے، ان کے شوق وذوق، محنت، تندہی، اور جانفشانی نے انہیں تفسیر، علوم قرآن، حدیث وفقہ اور اس کے اصول، زبان وادب، قواعد اور اعجاز وبلاغت میں امتیازی مقام عطا کر دیا۔ (موالی) کے نام سے یاد کئے گئے، اور (موالی) جزیرۂ عرب سے باہر کے ہر آنے والے کو (موالی) کے لقب سے یاد کیا جانے لگا، اگرچہ ڈاکٹر مہدی محقق نے تردد کے ساتھ لکھا ہے، ان کے الفاظ کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(کیا وہ فارس کے رہنے والے ہی تھے جن کو (موالی) کا لقب دیا گیا؟ یا ان کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ تھے؟ جن کو (موالی) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا)

لیکن غالب رائے یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا ہو، اور کسی عرب شخصیت یا عرب قبیلے سے اس نے تعلق یا اس کی سرپرستی حاصل کر لی ہوا سے (مولیٰ) کہا جاتا تھا، یہ (موالی) جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کی اپنی باقی ماندہ تہذیب وثقافت تھی اور علم وہنر وفن وادب بھی تھا۔ اس کے پہلو بہ پہلو انہوں نے مسلمان عربوں سے اسلامی علوم حاصل کئے، اس طرح ان دونوں کے امتزاج سے ان کے اندر وسیع اور گہری بصیرت اور معلومات ومعرفت حاصل ہو گئی۔ اس کی وجہ سے انہوں نے تعلیم، تدریس، اور فائدے واستفادے کے ساتھ علوم وفنون اور آداب کے میدان میں بہت ہی قابل قدر خدمات انجام دیں، ان میں سے بہت سی شخصیتوں کو علم کی سربراہی اور قضاء وفتوی کے منصب حاصل ہو گئے، ڈاکٹر احمد امین نے اپنی کتابوں (فجر الاسلام اور ظہر الاسلام) میں اس کا

تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: (اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک عرب اور عربیت کے سلسلہ میں بڑا حساس واقع ہوا تھا، جب اس نے سنا کہ بڑے عرب شہروں میں بیشتر علماء (موالی) ہیں تو اسے بڑا صدمہ اور غم پہنچا) اگرچہ ان ایرانی موالی حضرات نے اسلامی ممالک کو اپنے علم وادب اور سماجیات نیز انتظامی اور فوجی تجربوں سے بہت فائدہ پہنچایا، اور حکومت اور اس کے ادارے اور قانونی وفوجی محکموں میں ایک دوسرے نے اثر ڈالا، جس کے نتیجہ میں زبان میں بھی بہت سارے الفاظ داخل ہوگئے، بطور مثال کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں (کوزہ، گھڑا، لوٹا، طشت، دسترخوان، پلیٹ اور پیالہ) یہ اثر دونوں قوموں اور زبانوں نے ایک دوسرے سے قبول کیا، جس کا ذکر تفصیل سے ڈاکٹر رضازادہ شفق نے اپنی گرانقدر کتاب میں تحریر کیا ہے:

اگر ہم دونوں قوموں کے مابین تاثیر وتاثر ہونے کا موازنہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ عربی زبان زیادہ وسیع، گہری، اور باہم ہم آہنگی کے لحاظ سے ایران کے علمی وادبی، سماجی اثرات کے اثر ڈالنے کے مقابلے میں اس کے اثرات زیادہ وسیع وعریض ہیں، عربی زبان کا عام رواج ہوگیا اور دوسو سال کے اندر پورے ایران میں پھیل گئی اور اثر ورسوخ حاصل کرلیا جس کی دنیا کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی ہے، عربی زبان پورے ملک کی زبان ہوگئی۔

اسے مقبولیت کے ساتھ بلند واعلیٰ مقام بھی حاصل ہوگیا، ایران کے علماء اسی زبان میں تصنیف، خط وکتابت اور شعر ونظم کرنے لگے، اور اسی عربی زبان کی نشر واشاعت اور اس کے دائرے کو وسیع کرنے کے لئے جد وجہد اور کوششیں مبذول کرنے لگے، انہوں نے ایران میں عرب قبضے کے دوران اور اس کے بعد بھی عربی زبان میں دینی اور ادبی کتابیں تحریر کیں، اور ایران میں یہ زبان ایک ادبی زبان کی شکل میں جانی پہچانی جانے لگی کوئی بھی ایرانی ایسا نہیں تھا جو عربی زبان میں لکھتا پڑھتا نہ ہو، اسی زبان ہی کی وجہ سے فارسیوں (اہل فارس) نے اسلام قبول کیا، اسلام ان کا مذہب بن گیا، اور عربی زبان ان کی زبان ہوگئی، اس کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ پہلوی زبانوں کے مقابلہ میں عربی زبان زیادہ وسیع ہے اور اس کے الفاظ زیادہ اور مقاصد کو پورا کرنے میں زیادہ کارآمد ہیں" (تاریخ ادبیات ایران/۴۳)

اور ڈاکٹر احمد امین رقم طراز ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ سیاسی، سماجی، فلسفے اور دوسرے علوم اور نظم وضبط میں کمزور وپسپا ہوگئے، مگر دو چیزوں میں انہیں بہت بڑی کامیابی اور فتح حاصل ہوئی، زبان اور دین۔

عربی زبان ان تمام علاقوں میں پھیل کر عام ہوگئی اور ملک کی دوسری اصل زبانیں پسپا ہوگئیں، یہی زبان سیاست اور علم وادب کی زبان بن گئی، آج تک ان کے بیشتر علاقوں میں عربوں کے غلبے کے لئے یہ بہت بڑی کامیابی اور علامت ہے، بالکل اسی طرح یہ دین بھی ان علاقوں میں عام ہوگیا، ان لوگوں نے اسے اپنالیا، اور وہاں کے باشندوں میں بہت تھوڑی سی تعداد اپنے اصل مذہب پر قائم رہ سکی، ان دونوں (زبان ومذہب) بنیادوں نے جنگ کے دوران ایک دوسرے سے اثر قبول کیا" (فجر الاسلام/۹۵)

ایران کی سرزمین پر بہت بڑی تعداد میں عالم، فقیہ، ادیب اور شاعر ممتاز حیثیت کے مالک ہوئے اور انہوں نے ہر علم وفن میں شاہکار وبے نظیر کتابیں تصنیف کیں اور ادبی وشعری مجموعے مرتب کئے، صرف انہیں لوگوں نے ہی نہیں جو پہلی صدی ہجری میں ایران سے عرب شہروں میں منتقل ہوئے یہ عظیم سرمایہ پیش کیا اور مختلف النوع کارنامے انجام دیئے جن کے اسمائے گرامی اور ان کے فیوض وبرکات سے ہم خوب واقف ہیں۔ بطور مثال عطا خراسانی، عطا بن ابی رباح، حسن بصری، ابن سیرین، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، زفر ابن ہذیل، ابوالاسود دوئلی، زیاد اعجم، اور ابن یسار نسائی کا خاندان۔

بلکہ دوسری صدی ہجری میں بھی اس عربی اور ایرانی ہم آہنگی اور تعاون سے عربی زبان ولغت، اور ادب میں بہت وسیع اور عظیم ترقی وارتقاء رونما ہوا، عبداللہ بن المقفع کے مجموعہ تصانیف کے مقدمے میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"اسی دور یعنی دوسری صدی ہجری میں دو انشاء پرداز ابن المقفع اور عبدالحمید الکاتب نے ناموری حاصل کی۔ اگرچہ ان لوگوں نے فنی نثر نگاری پورے طور پر ایجاد نہیں کی، لیکن ان دونوں کو یہ سبقت اور اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے اس طرز نگارش کا آغاز کیا، اس کے اصول وضوابط مرتب کئے اور اس کے طرز نگارش کو منظم کرکے ایک واضح اور مکمل شکل میں پیش کیا۔ انہیں وجوہات کی بنا پر پہلے لوگوں نے ان کے اس کارنامے کا تذکرہ بہت اچھے الفاظ میں کیا ہے۔ انھوں نے ایک طویل مدت کے بعد جس کا سلسلہ جاہلی دور سے شروع ہوکر اموی حکومت کے آخر میں ختم ہوتا ہے، انہوں نے ایک ایسی نثر پیش کی کہ جو بول چال، علم وفلسفہ اور تاریخ سے علاحدہ شکل میں ان دونوں کی جانب سے روشناس کی گئی"۔

(باقی آئندہ)

پس منظر

سعودی مزاج

واقعات وتجربات کی روشنی میں ایک تجزیہ

از ....ع.س. اقتیاز مسلم، پاکستان

سعودیوں، خصوصاً اہل مکہ کے بارے میں عام تأثر ہے کہ وہ تند مزاج ہوتے ہیں اور جلد برانگیختہ ہوجاتے ہیں، یہ صرف ایک لحاظ سے ہی درست ہے اور اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سعودی "معاشرہ" اصلاً بدوی وصحرائی ہے۔

خانہ بدوش بدوی کا اپنا کوئی مستقل گھر نہیں ہوتا تھا، لیکن اسے وسیع وعریض صحراؤں میں اپنی سرزمینوں اور تحفظ حقوق کیلئے دوسرے قبائل کے ساتھ تصادم اور جنگ وجدل کا سامنا رہتا تھا، وہ سال کے بارہ مہینے موسموں، طوفانوں اور زمینی وآسمانی بلاؤں سے نبرد آزما رہتا تھا۔ ان حالات میں اجنبی گھوڑے کی ٹاپ سن کر یا دور سے آتے ہوئے شتر سوار کا سایہ دیکھ کر دل کا دھڑک اٹھنا معمول کی بات تھی، تو تند خوئی، مشتعل مزاجی، معمولی سی غلط فہمی پر برانگیختگی اور ہر اجنبی سے خطرے کی بُو محسوس کرنا بھی ایک فطری ردعمل تھا، اور یہی مزاج میں جارحیت کا سبب ہے۔

کچھ تاریخی عوامل بھی ہیں۔ لیکن ان کے ذکر سے پہلے شاید اس حقیقت کا ادراک ضروری ہے کہ ایسی صورت حال میں وفاداری کے دو ہی مرکز ہو سکتے ہیں۔

ا۔ اپنے قبیلے اور سردار یا شیخ کی، جو فرد کے تحفظ کا حصار ہے، اطاعت اور عصبیت کی حد تک وفاداری، خصوصاً ایسے سردار کی جس کا کردار جرأت، اولوالعزمی اور دلیری کا مظہر ہو بقول اقبال:

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری

اس سے افراد قبیلہ کو احساس تحفظ اور عزت نفس کے علاوہ مال ومنال، متاع غنیمت اور دیگر دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اس اطاعت ووفاداری کی بقا کا دار ومدار باہمی اتفاق واعتماد، مشاورت اور قبائلی یک جہتی پر ہے۔

ب۔ بہ صورت دیگر ایسے نظریے یا قوت کی چھتری میسر ہو جو نہ صرف اپنے قبیلے کے بلکہ مقابل ومعاند فریق کے دل میں بھی اس طرح گھر کرلے کہ دونوں کو باہم شیر وشکر کردے۔ ایسی مساوات واخوت قائم ہو کہ نہ صرف ایک کو دوسرے سے خدشہ یا خطرہ نہ رہے بلکہ مکمل اعتماد اور محبت کے ناقابل شکست رشتے استوار ہوجائیں، اور میسر وسائل سے سب ہی دیانت داری اور انصاف سے یکساں طور پر متمتع ہوسکیں۔

نظریہ ہر جبر واکراہ، لاؤ لشکر اور فوجی قوت سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے، اسے کوئی شکست دے سکتا ہے، نہ کالعدم کرسکتا ہے۔ نظریہ قوموں اور ملتوں کو اس سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں ڈھال کرنا قابل تسخیر بنادیتا ہے جسے قرآن کریم نے ﴿بنیان مرصوص﴾ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ایسی محکم ترین قوت اور اولین چھتری نور ایمان اور پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہیا کی:

﴿واذکروا نعمت اللہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا﴾ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب کہ تم باہم دشمن تھے، پھر (اس نے) تمہارے دل (باہمی) الفت (ومحبت) سے معمور کردیے اور اب تم (صدیوں کی عداوتیں اور کینے ختم کرکے) اسکے فضل وکرم سے بھائی بھائی بن گئے (اور اس برادرانہ اتحاد سے تمہاری ایسی ساکھ قائم ہوگئی جس سے تمہارے دشمن مرعوب ہیں)"۔ (۳۔ آل عمران۔ ۱۰۳)

عرب اور جمیع مسلمان جب تک اس پر کاربند رہے ان کی ہوا بندھی رہی اور جب ان سے نظریے اور مقصد کی لگن جاتی رہی، اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بجائے خلافت وحکومت اور مناصب ومنفعت کے تنازع کھڑے ہونے لگے اس کی جگہ اخلاقی کمزوریوں، اقدار کے فقدان اور بددیانتی، اقرباپروری اور ذاتی مفادات نے لے لی تو یہ تاج مختلف علاقوں اور اوقات میں غیر عربوں کے سر کی زینت بنا، جس کا آخری مظہر خلافت عثمانیہ تھی اور جو اپنے چھ سوسالہ اقتدار کے بعد پہلی جنگ عظیم کے بعد اپنے اختتام کو پہنچی، اور نہ صرف ترکوں کی، جو اس خلافت کے امین تھے، بلکہ تمام عالم اسلام کی ہوا اکھڑ گئی۔ بقول قرآن:

﴿واطیعوا اللہ ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم﴾ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں نہ جھگڑو، کہ پست ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (۸۔ انفال: ۴۶)

اور یہی ہوا۔ خلافت عثمانیہ کی ہوا اکھڑ گئی لیکن اس گئے گزرے حال میں بھی رسماً ہی سہی، خلافت عثمانیہ کا اقتدار جزیرہ نمائے عرب سے لے کر یورپ میں بوسنہ ہرسک تک قائم تھا، اور باوجودیکہ یہ عمارت کھوکھلی ہوچکی تھی مغربی اقوام اب بھی اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبراتی تھیں، اس لئے انھوں نے آج کے مسلمان حکمرانوں اور سیاست دانوں کی طرح انفرادی طور پر شیوخ وسرداران قبائل اور جاہ پسند نائبین خلافت پر کمندیں ڈالنی شروع کردیں۔ اس میں برطانیہ، فرانس، اٹلی، جرمنی، ہالینڈ اور بلجیم وغیرہ بھی مغربی اقوام حسب موقع وظرف شامل تھیں۔

ترکی سلطنت کے حصے بخرے ہونے شروع ہوگئے۔ ۱۹۰۸ء میں بلغاریہ نے اپنی آزادی کا اعلان کردیا، کریٹ نے یونان کے ساتھ الحاق کرلیا اور آسٹریا جیسے ملک نے بھی جو آج امن اور غیر جانبداری کا علم بردار ہے مسلمان بوسنہ ہرسک پر قبضہ کرکے اس پر اپنا اقتدار جمالیا(۱)، تاہم مرکز اسلام ہونے کے سبب سب سے اہم اور کشش انگیز ہدف

دوسرے متصل ممالک کے علاوہ جزیرہ نمائے عرب تھا۔

اپنے "اسلام" کے باوجود عرب بے علمی، جہالت اور باہمی تعصب و معاندت میں کم و بیش اسی حالت کو پہنچ چکے تھے جو ایام جاہلیت میں تھی۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما رہتے بلکہ خلافت کے خلاف بھی اپنی مطلق العنانیت کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، ترکوں کی طرف سے بھی مدافعت برائے نام تھی۔ کرنل لارنس آف عریبیہ سے لے کر ان گنت برطانوی جاسوس، پولیٹیکل ایجنٹ فوجی افسران اور سیاسی سازشی تمام عرب علاقوں میں سرگرم تھے۔

ایک طرف عرب زعماء کو یہ پٹی پڑھائی جا رہی تھی کہ عجمی ترکوں نے صدیوں سے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ سیادت و خلافت تو ان کی میراث ہے جس کے لئے انہیں اٹھ کھڑے ہونا چاہئے، تو دوسری طرف ترکوں کے ذہن میں یہ زہر گھولا جا رہا تھا کہ وہ ایک یورپی قوم ہیں، جاہل، اجڈ اور ناسپاس عرب ان کے فلاح و استحکام میں سدِ راہ ہیں، اگر انہیں یورپ کی طرح "جدیدیت" کی راہ پر گام زن ہونا ہے تو عربوں سے نجات ہی میں ان کی تعمیر و ترقی کا راز مضمر ہے۔

رہی سہی کسر پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کے جرمنی کے ساتھ اتحاد نے پوری کر دی، اب انگریزوں اور اس کے اتحادیوں کو ترکی سے گن گن کر بدلے لینے کا سنہری موقع ہاتھ آیا، اوپر سے خلافت کی معزولی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ان حالات میں ان کی شہہ پر حسین، شریف مکہ نے قریشی اور ہاشمی سادات ہونے کی حیثیت سے اپنا حق سمجھتے ہوئے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور برطانیہ سے توثیق اور مدد کا طلبگار رہا۔

بدقسمتی سے انگریزوں ہی کے ایماء پر بعض سادہ لوح علماء نے ترکی خلفاء کی نااہلی اور بے دینی کے حوالے سے ان کے خلاف بغاوت کے جواز کا فتویٰ بھی صادر کر دیا، جس سے برٹش راج کو تقویت ملی، اس فتوے کے لئے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے بھی جو انہی دنوں تحریک آزادی کے سلسلے میں ترکوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے حجاز مقدس میں تھے، توثیق کی کوشش کی گئی، ان کے انکار پر انہیں مالٹا میں قید کر دیا گیا اور وہ "اسیر مالٹا" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ادھر ہندوستان میں تحریک خلافت کا سیلاب انگریزوں کی کشتی اقتدار کو ہچکولے دے رہا تھا، یہاں تک کہ گاندھی نے بھی سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے اس تحریک میں شمولیت اختیار کر لی، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تمام تر ہمدردیاں ترکوں کے ساتھ تھیں، حتیٰ کہ انہوں نے انگریزی فوج میں ترکوں کے خلاف لڑنے کے لئے مسلمانوں کی بھرتی کی مخالفت میں زبردست مہم چلائی، جس کی پاداش میں مولانا محمد علی جوہرؒ اور ان کے رفقاء پر کراچی کے خالقدینا ہال میں مشہور مقدمۂ بغاوت قائم ہوا اور طویل اسیری ان کا مقدر ہوئی۔

حج کے دن قریب تھے۔ انگریزوں کو ایک طرف اپنی سلطنت کی فکر لاحق تھی تو یہ تشویش بھی دامن گیر تھی کہ ان کی ہندوستانی رعایا اگر حج ادا نہ کر سکی یا عربوں کی باہمی کش مکش کا شکار ہو گئی تو اتنی بڑی سلطنت کی، جس پر سورج غروب نہ ہوتا تھا، خفت کے علاوہ انہیں دہری مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دوسری طرف آل سعود کا، جو کافی عرصہ سے نجد کے ایک حصہ کے حکمران تھے، ستارہ عروج پر تھا، خلافت عثمانیہ کے ساتھ طویل مدت سے ان کی کش مکش جاری تھی، اور وہ کسی صورت میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو حسین، شریف مکہ کے زیر نگیں دیکھنے کے لئے روادار نہ تھے۔

اٹھارویں صدی میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ (۱۷۰۳-۱۷۸۷ء) نے جو امام احمد بن حنبلؒ کی فقہ کے پیروکار، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تعلیمات و افکار کے زبردست مؤید تھے، احیائے اسلام کے لئے اور شرک و بدعات کے خلاف ایک زبردست اور منظم مہم کا آغاز کیا، تاکہ جہالت، بدعات مقابر اور اوہام پرستی، باہمی تعصب اور بے علمی کے سیلاب کے سامنے بند باندھ سکیں، اس تحریک نے عرب کے بدوی، اکھڑ اور ایک دوسرے سے برسرِ پیکار قبائل کو توحید، وحدت و اخوت اسلامی اور باہمی مساوات کا وہ سائبان مہیا کیا جس نے قرن اول کی طرح ان کے سادہ دلوں میں گھر کر لیا، یہ ان کی میراث تھی اور وہ اسی کی طرف لوٹ رہے تھے۔ نظریے اور قوت کی یہی وہ چھتری تھی، جس کی انہیں ضرورت تھی۔

خلافت عثمانیہ کا تو محض نام تھا ورنہ ہندوستان کی طرح "سلطنت شاہ عالم از دہلی تا پالم" والا معاملہ تھا، نہ صرف جزیرہ نمائے عرب میں بلکہ دیگر مقامات پر بھی جس کا بس چلتا اور جتنا اقتدار میسر آتا، اس پر قابض ہو کر سند توثیق حاصل کر لیتا، اور پھر اپنی وفاداریوں کو اپنے اور اپنے قبیلے کے مفاد میں جس طرح چاہتا، فروخت یا استعمال کرتا اور مرکز خلافت، قسطنطنیہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔

شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمان السعود نے دفعتاً (۱۹۱۰-۱۹۲۶ء) میں نجد کے قعر گمنامی سے اٹھ کر اپنی اولوالعزمی، دلیری، اور تیغ زنی کی بنا پر تقریباً تمام جزیرہ نمائے عرب پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیا، اس کے پیروکار، اپنے مخالفوں اور ہم عصروں کے برعکس جو محض حکومت اور توسیع اقتدار کے لئے تیغ بکف ہوتے تھے، فتح یا شہادت کے جذبے سے سرشار تھے، اس لئے کامیابی ان کے قدم چومتی تھی، بقول اقبال:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

ترکوں کی طرف سے مدافعت تو برائے نام تھی، ان کی بنیادیں اپنی چیرہ دستیوں، بیرونی سازشوں، باہمی منافقتوں اور اندرونی بغاوتوں کے باعث کھوکھلی ہو چکی تھیں، مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے بھی جو تحریک خلافت کے روح رواں تھے، یہ دیکھ کر کہ اب خلافت کا احیاء ناممکن ہے، شریف مکہ کے مقابلے میں اپنا وزن ابن سعود ہی کے پلڑے میں ڈال دیا، برسرِ زمین قوتوں کے درست ادراک اور تحریک کے زیر اثر دین اسلام کی صحیح تعبیر کے علاوہ ممکن ہے ان کے فیصلے میں یہ عنصر بھی شامل ہو کہ حسین، شریف مکہ انگریزی استمداد کا محتاج اور ایک طرح سے ان کا مرغ

دست آموز ہے۔

انگریزی سلطنت کا جزو اعظم ہونے کی حیثیت سے ہندوستان کی خلافت کمیٹی کی رائے ابن سعود کے لئے اس نازک وقت میں خصوصی اہمیت کی حامل اور سہارا ثابت ہوئی، انگریزوں کو بھی جب تک ان کے مفادات پر ضرب نہ پڑتی تھی، یہی مناسب نظر آیا، اس طرح تحریک خلافت کا طوفان بھی سکونت پذیر ہو گیا۔

ڈیڑھ سو سال کی خونیں جدوجہد اور اقتدار اور عسکریت پسند خالص اسلام کے سختی سے نفاذ کے لئے جہاد کا یہ ہے وہ پس منظر جس نے سعودی مزاج کی تشکیل کی ہے، ہمیں پاکستان اور ہندوستان میں اوہام پرستی، پیر پرستی، اور قبر پرستی کی بدعتوں سے اندازہ ہے کہ کس طرح مذہب اولیاء کرام، ان کی کرامتوں اور مرادوں کی آڑ میں شرک، لوگوں کے رگ و پے میں سرایت کر کے ان کے ایمان کی جڑیں کھوکھلی کر دیتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ سعودی حکومت کے زیر اثر بڑی حد تک شرعی قوانین اور عدل و انصاف کی عمل داری قائم ہوئی۔ بعض ذہنی تحفظات کے باوجود سعودی عرب میں رائج نظام اب بھی بڑی حد تک قابل تقلید ہے۔

جیسا عرض کیا جا چکا ہے سعودی لوگ آثار و مقابر کے بارے میں انتہائی ذکی الحس اور سخت رویے کے حامل ہیں اور اکثر غیر ملکیوں کو شرک و اوہام میں مبتلا تصور کرتے ہیں، جسکا تجربہ سعودی عرب جانے والے ہر فرد کو ہے، مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ سعودی لوگ اپنی بے باکی، صاف گوئی کی بنا پر سیدھی اور دو ٹوک بات کرنے کے عادی ہیں اور ہماری طرح چرب زبانی، ہیر پھیر اور اصرار کے قائل نہیں۔

میں نے ریڑھی والے سے کیلے خریدے، جسامت کے لحاظ سے میرے لئے ایک بھی بہت تھا لیکن میں نے اخلاقاً دو اٹھا لیے۔ دکاندار تول کے حساب سے کیلے فروخت کر رہا تھا (فی عدد یکساں قیمت میں ایک دانہ دوسرے سے چھوٹا بڑا ہو سکتا تھا اور یہ اس کی نگاہ میں بددیانتی ہوتی) ناخواندگی کے باعث حساب درست نہیں بیٹھ رہا تھا، اسے نہ کم قیمت گوارا تھی اور نہ کسی حال میں "کم تول" پر دو چار فلس زیادہ لینے کا روادار تھا، ناپ تول اور صداقت و دیانت کی یہ ناقابل فراموش مثال ۲۶-۲۷ سال بعد بھی آج لوح ذہن پر نقش ہے۔

میں نے کسی دوسرے شہر سے جدہ ہوٹل کے لیے ٹیکسی لی، ڈرائیور کے ساتھ طے ہوا کہ وہ مجھے ہوٹل کے اندر تک پہنچائے گا، تاکہ فاصلے پر اترنے کی صورت میں مجھے سامان گھسیٹ کر نہ لے جانا پڑے، ٹیکسی ڈرائیور ہر جگہ کم و بیش ایک سے ہوتے ہیں، اس بار بھی یہی وقت پیش آئی۔

سعودی عرب میں زبان کی مشکل دوچند ہو جاتی ہے، ٹیکسی دوسرے شہر کی تھی، ڈرائیور کے خیال میں اسے مجھ کو موقف پر اتار دینا چاہیے تھا کیونکہ وہ شہر کے اندر ٹیکسی چلانے کا مجاز نہ تھا، لیکن میرا اپنا مسئلہ تھا اور میں نے اترنے سے انکار کر دیا، باہمی تکرار ہونے لگی، میں نے ٹوٹی پھوٹی عربی میں مطالبہ کیا کہ وہ مجھے حسب وعدہ ہوٹل کے اندر اتارے "نفسا في الفندق" میں نے بات ختم کرتے ہوئے کہا: "هذا بيني وبينك" یہ میرے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہے---وہ فوراً خاموش ہو گیا، ممکن ہے ان الفاظ سے اس کا دھیان بھی اس معاہدے اور مکالے کی طرف چلا گیا ہو، جس میں حضرت موسیٰؑ نے حضرت صفوراؑ کے مہر کے عوض دس سال تک حضرت شعیبؑ کی ملازمت قبول کی تھی۔

اس شریف آدمی کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک شام کے رش کے اوقات میں مقامی ٹیکسی میسر نہ آ گئی جسے روک کر اس نے مجھے اس میں بٹھایا اور گرہ سے دس ریال نکال کر میرے ہاتھ پر رکھے جو جدہ کا مقامی کرایہ تھا، اس کے بعد ہی وہ وہاں سے روانہ ہوا۔

اس کے مقابلے میں میں نے کراچی ایئرپورٹ سے "مسلم ولا" کے لئے ٹیکسی لی، ایئرپورٹ سے یہ فاصلہ ۶-۷ منٹ یا ۶-۷ کلومیٹر سے زیادہ نہ تھا، اصرار کے باوجود ڈرائیور کرایہ طے کرنے پر راضی نہ ہوا (میٹر تو خارج از بحث تھا) وہ مصر رہا کہ "صاحب جو جی میں آئے دے دیجیئے گا" پندرہ بیس برس قبل یہ کرایہ کسی طور ۲۵-۳۰ روپے سے زیادہ نہ تھا۔

پولیس کے ڈر اور میرے اصرار پر اس نے میٹر تو چلا دیا جو گھر پہنچنے تک ۴۵-۵۰ روپے دکھا رہا تھا، رفع شر کے لئے میں نے میٹر کی رقم بے چون و چرا اسے پیش کر دی، وہ شخص جس کا منہ یہ کہتے ہوئے خشک ہوتا تھا کہ جو جی میں آئے دے دیجئے گا، یکا یک مشتعل ہو گیا، وہ پچاس روپے کو ہاتھ تک لگانے سے انکاری اور کم از کم ڈیڑھ سو روپے کا طلبگار تھا، "دلیل" یہ تھی کہ آپ باہر سے آئے ہیں آپ کے لئے یہ رقم کیا معنی رکھتی ہے! میٹر تو اس نے میرا دل خوش کرنے کے لئے ڈاؤن کر دیا تھا، بہرحال اس نے نہ صرف مجھے بے نقط سنائیں، بلکہ محلے کے لوگوں اور چوکیداروں کو سنا سنا کر سنائیں اور حد یہ کہ وہ پچاس روپے لئے بغیر چلا گیا۔

مجھے اپنے ۱۸ سال میں بیشمار دوروں کے درمیان کسی سعودی سے لین دین میں مشکل پیش نہیں آئی میرا کاروبار بھی ایسا کم ہی تھا جہاں یہ صورت حال درپیش ہوتی، معاملات ایک جانب سے پیہم تکرار کے باعث دوسری طرف سے سخت یا تلخ رد عمل تو ممکن ہے لیکن بددیانتی کا امکان بالعموم نہیں ہوتا، مستثنیات ہر جگہ ہیں، لیکن میرے خیال میں دشواری کی بڑی وجہ زبان سے ناواقفیت اور عدم ابلاغ ہے، ترجیحی سلوک یا "خصوصی" رعایت پر اصرار بھی اشتعال کا سبب بن جاتا ہے، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم مدمقابل کو اس کی سادہ لوحی پر محمول کرتے ہوئے اپنی طرف سے زیادہ ہوشیار، تیزی اور طراری کا مظاہرہ کرنے لگیں، جس کا رد عمل یقیناً ناخوشگوار ہو گا۔

یہ فرض کر لینا کہ "اکثر" سعودی اکھڑ اور گرم مزاج ہوتے ہیں صریحاً غلط روی اور اپنے برخود غلط ہونے پر دال ہے۔

☆☆☆☆☆

مسجد نبوی کا نیا توسیع شدہ حصہ

ایک نظر میں

از.........ابوالمعظم ندوی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد قبا کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اس وقت مسجد کا رقبہ تیس بائی پینتیس میٹر تھا، جب جگہ تنگ ہونے لگی تو آپ نے اس میں مزید اضافہ فرمایا، اس طرح تقریباً ڈھائی ہزار مربع میٹر مسجد نبوی کا رقبہ بڑھ گیا، اس کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں، پھر اموی اور عباسی عہد حکومت میں مسجد نبوی میں برابر اضافے ہوتے رہے، عثمانی سلاطین نے بھی مسجد نبوی کی توسیع میں حصہ لیا، آخر میں ملک عبدالعزیز، شاہ سعود، ملک فیصل اور خالد کے دور میں اضافے ہوئے، آخری توسیع ملک فہد بن عبدالعزیز کے ذریعہ ہوئی جو غیر معمولی وسعت اور کشادگی اور استحکام اور خوبصورتی و پائیداری میں سارے رکارڈ توڑ گئی، توسیع کے آخری منصوبہ میں ایک لاکھ میٹر مربع زمین مسجد نبوی کے چاروں طرف کی عمارتوں اور زمینوں کو خریدنے کے بعد مسجد کے رقبہ میں جو اضافہ ہوا اس کے مطابق پچاس ہزار مربع میٹر پر یہ رقبہ پھیلا ہوا ہے جو پہلے کے مقابلہ میں پانچ گنا ہے، اس آخری توسیع کے بعد پوری مسجد نبوی کا مکمل رقبہ اٹھانوے ہزار پانچسو میٹر مربع ہوگیا، اس طرح اٹھائیس ہزار نمازیوں کے بجائے دولاکھ پچاس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہوگئی، یہ سارے نمازی مسجد کے اوپری اور نیچے کی منزل میں سما جاتے ہیں، مسجد کی سطح کا رقبہ سرسٹھ ہزار میٹر مربع ہے، حج کے زمانے میں جب اژدحام میں اضافہ ہوجاتا ہے تو مسجد نبوی کے اندر اور باہر تقریباً دس لاکھ نمازیوں کے لئے گنجائش ہوجاتی ہے۔

نئی توسیع میں دوسری منزل دوہزار ایک سو چوہتر خوبصورت اور مستحکم ستونوں پر قائم ہے، یہ سارے ستون سفید سنگ مرمر سے اس طرح مزین کئے گئے ہیں کہ حسین وخوبصورت ان کا منظر ہوتا ہے، ان تمام ستونوں میں سترہ ہزار ٹن اعلیٰ درجہ کا سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے، ان ستونوں کو پچیس ہزار مرمریں غلافوں سے مزین کیا گیا ہے۔

نئی توسیع میں چھ منارے بنائے گئے ہیں، اس طرح مسجد نبوی کے دس منارے ہوگئے، ان میں ہر ایک کی بلندی ایک سو چار میٹر ہے، ان تمام مناروں کے اوپری حصے پر جو ہلال نصب ہے ان کا وزن ساڑھے چار ٹن ہے۔

نئی توسیع میں ۲۷ قبے (گنبد) ہیں جو خودکار طریقہ سے کھل جاتے ہیں، ان کے کھلنے سے روشنی اور ہوا کے تازہ جھونکے اندر آتے ہیں، گنبد کے اندرونی حصے کو قیمتی پتھروں اور اعلیٰ درجہ کی لکڑیوں سے مزین کیا گیا ہے، ایک منٹ کے اندر اتنے بڑے قبہ کو کھل جانے میں صرف ایک منٹ کا وقت لگتا ہے، جب کہ ہاتھ سے کھولنے میں تیس منٹ لگتے ہیں، اس قبے کا وزن دس ٹن ہے۔

نئی توسیع میں جتنے دروازے لگائے گئے ہیں وہ سب اعلیٰ درجہ کے ساگوان کی لکڑی کے بنے ہوئے ہیں یہ سارے دروازے اس طرح بنائے گئے ہیں کہ ان میں کہیں بھی لوہے یا کیل کا استعمال نہیں کیا گیا ہے، ہر دروازے کا وزن ڈھائی ٹن ہے، دروازے اتنے توازن سے لگائے گئے ہیں کہ ان کا بند کرنا اور کھولنا بہت ہی آسان ہے، مسجد نبوی میں مجموعی طور پر پچاس دروازے ہیں۔

نئے توسیع شدہ حصہ کی کھڑکیاں اور باہر سے آنے والی روشنی اور ہوا، دیواروں اور چھتوں کی تزئین وآرائش اور برقی روشنی میں یکسانیت اور ہم آہنگی ہے، طرح طرح کے رنگین سنگ مرمر کو اس تناسب سے فٹ کیا گیا ہے کہ دیکھنے میں دلکش اور آنکھوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔

مسجد نبوی کو ایئر کنڈیشن کے ذریعہ ٹھنڈا رکھنے کا غیر معمولی انتظام ہے، اس کے لئے ایک سو چالیس یونٹ کام کرتے ہیں، برقی نظام، مائک سسٹم اور اندر کے حصہ کی نگرانی کے لئے مراکز ہیں جہاں مسجد نبوی کے تمام حصوں کو کیمروں کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔

مسجد نبوی کی نئی توسیع میں بیرونی حصے کو بھی اعلیٰ درجہ کے سنگ مرمر سے مزین کیا گیا ہے، یہ میدان دولاکھ پینتیس ہزار میٹر مربع کے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔

نئے توسیعی منصوبے میں مسجد نبوی کو برقی روشنی اور ایئر کنڈیشن کی سہولتوں سے آراستہ کرنے کے لئے

مسجد نبوی سے سات کیلومیٹر کے فاصلے پر ایئر کنڈیشن اور بجلی گھر بنائے گئے ہیں یہ اسٹیشن ستر ہزار میٹر مربع علاقہ پر پھیلا ہوا ہے، اس میں ایئر کنڈیشن کی مشینیں، برقی ٹرانسفارمر، جنریٹر، ریزرو اور ہنگامی حالات میں کام کرنے والی مشینیں ہیں، ایئر کنڈیشن سے متعلق حصے میں چھ بھاری بھرکم مشینیں ہیں ان میں سے ہر ایک کے اندر تین ہزار چار سو پاور کی صلاحیت ہے، بالفاظ دیگر آٹھ لاکھ انیس ہزار میٹر مکعب فی گھنٹہ کام کرنے کی صلاحیت ہے ان مشینوں کے ذریعہ مسجد نبوی میں لگے ہوئے ایک سو چالیس ایئر کنڈیشن یونٹ کو زیر زمین پائپ کے ذریعہ ٹھنڈی ہوا فراہم کی جاتی ہے۔

مسجد نبوی کے تین طرف زیر زمین دو منزلہ پارکنگ اور وضو وغسل کے لئے انتظامات کئے گئے ہیں، یہ پورا حصہ تین لاکھ نوے ہزار میٹر مربع رقبہ پر پھیلا ہوا ہے، یہ حصہ بھی دیکھنے میں ایسی عظیم عمارت معلوم ہوتی ہے جو قبلہ کی سمت میں پانچسو پچاس میٹر، مغربی سمت میں تین سو پچاس میٹر اور مسجد نبوی کے شمالی حصے میں ساڑھے پانچسو میٹر یعنی تین کیلومیٹر مربع میں ہے، پارکنگ حصے میں بیک وقت چار ہزار دوسو گاڑیاں پارک کی جاسکتی ہیں: پارکنگ تک جانے کے لئے مستقل زینوں کے علاوہ متحرک برقی زینے اور وی. آئی. پی کے لئے لفٹ کا نظام ہے، زیر زمین حصے میں مسجد نبوی سے متعلق انتظامی دفاتر ہیں، آگ بجھانے، خطرات کی وارننگ اور امن وامان کے قیام کے لئے انتظامات کئے گئے ہیں۔

زیر زمین چار منزلہ حصہ وضو، غسل اور بیت الخلاء کے انتظامات ہیں، اس مقصد کے لئے چھ ہزار ٹونٹیاں اور دو ہزار بیت الخلاء بنائے گئے ہیں۔

مسجد نبوی کو برقی سپلائی کے لئے دو بجلی گھر ہیں جو مسلسل کام کرتے رہتے ہیں دو احتیاطی اور ہنگامی حالات کے لئے، چار جنریٹر ہیں جو خود بخود کام کرنے لگیں، ان کے لئے انورٹر بھی ہیں جو مزید احتیاطی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے فٹ کئے گئے ہیں۔

مسجد نبوی کے مرکزی دروازوں کے نام

۱۔باب السلام
۲۔باب ابوبکر الصدیقؓ
۳۔باب الرحمت
۴۔باب الہجرۃ
۵۔باب جبرئیل
۶۔باب النساء
۷۔باب قباء
۸۔باب عمر بن الخطاب
۹۔باب عثمان بن عفان
۱۰۔باب علی بن ابی طالب
۱۱۔باب عبدالمجید
۱۲۔باب عبدالحمید
۱۳۔باب الملک سعود
۱۳۔باب الملک فہد

مسجد نبوی کی توسیع عہد بعہد

☆اولین تعمیر کا رقبہ، ایک ہزار پچاس میٹر مربع
☆ ۷ھ میں غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد توسیع شدہ، ایک ہزار چار سو پچاس میٹر مربع
☆۱۷ھ حضرت عمر کے عہد میں توسیع شدہ رقبہ، گیارہ سو مربع میٹر
☆۲۹-۳۰ھ ، حضرت عثمان کے عہد میں، چار سو چھیانوے مربع میٹر
☆۸۸-۹۱ھ، اموی خلیفہ ولید کے عہد میں، دوہزار تین سو انہتر مربع میٹر
☆۱۶۱-۱۶۵ھ، عباسی خلیفہ مہدی کے عہد میں، دوہزار چار سو پچاس مربع میٹر
☆۸۸۸ھ، سلطان اشرف قایتبائی کے عہد میں، ایک سو بیس میٹر
☆۱۲۶۵-۱۲۷۷ھ، عبدالمجید (عثمانی خلیفہ) بارہ سو ترانوے میٹر
☆ملک عبدالعزیز سعود ۱۳۷۲ھ کے دور میں، چھ ہزار چوبیس میٹر
☆فہد بن عبدالعزیز کے دور میں، پچاس ہزار میٹر مربع
☆مسجد نبوی کے چاروں طرف کل توسیع شدہ حصہ، دولاکھ پینتیس ہزار مربع میٹر

حرمین شریفین کی توسیع کے بعد سعودی حکومت کا دوسرا بڑا کارنامہ

مملکت سعودی عرب پہلا اسلامی ملک ہے جس نے مدینہ منورہ میں قرآن کی اشاعت کا بین الاقوامی مرکز قائم کیا ہے۔ یہ مرکز قرآن کریم کے نسخوں کی اشاعت تمام زبانوں میں اس کے معانی وترجمہ کو بڑی ذمہ داری سے پیش کر رہا ہے۔ کنگ فہد کامپلکس نے 1405 سے جمادی الثانی 1426ھ تک قرآن پاک کے ۲۰ کروڑ سے زائد نسخے شائع کئے ہیں۔ ایک رپورٹ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ ۱۸ کروڑ ۶۰ لاکھ نسخے تقسیم کردئے گئے ہیں۔ کنگ فہد کامپلکس ۲ لاکھ ۵۰ ہزار مربع میٹر پر محیط ہے۔ یہ کامپلکس قرآن پاک کے نسخے، تفسیریں ریکارڈ کردہ آڈیو اور ویڈیو کیسٹس تیار کرنے میں مصروف ہے۔ یہ کامپلکس سالانہ ایک کروڑ نسخے تیار کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ کامپلکس ۳۵ زبانوں میں قرآن پاک کے معانی وترجمے کے ساتھ شائع کرتا ہے۔ قرآن پاک کی آسان تفسیر کامپلکس کا ایک اہم کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ ☆☆☆

عقیدہ کی پختگی اور توازن

از.................. بلال عبدالحی حسنی ندوی

تمام مذاہب میں اسلام کا امتیاز ہے کہ اس نے عقائد کو بالکل صاف کردیا ہے اور اس میں ایسا توازن رکھا ہے کہ ساری حدیں ابھر کر سامنے آجاتی ہیں جب کہ دوسرے مذاہب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں یہ حدود ایسے مٹ گئے ہیں کہ ایک عام آدمی تو فرق بھی محسوس نہیں کرسکتا، خواص اور علماء بھی طرح طرح کے شبہات میں پڑ جاتے ہیں، الہ کا تصور ہر مذہب میں ہے، لیکن عقیدۂ الوہیت کے ساتھ ایسی ایسی خرافات شامل کردی گئی ہیں کہ ایک عبد کے لیے بھی وہ باعث ذلت ہیں چہ جائیکہ معبود اور الہ کے ساتھ ان کا تصور ہو، ان کی مثالیں ان مذاہب کی مقدس کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، اسی طرح الوہیت اور نبوت کے درمیان جو حد فاصل ہے وہ بھی ان مذاہب میں باقی نہیں رہی، نبی کے بارہ میں ان کے تصورات بعض مرتبہ بالکل وہی ہوجاتے ہیں جو الہ کے بارے میں ہونے چاہئیں، دوسری طرف نبی کے سلسلہ میں ایسے ہفوات ان کی مقدس کتابوں میں موجود ہیں کہ ایک نبی کے بارے میں ان کا تصور بھی ممکن نہیں، الٰہی احکامات اور نبوی ارشادات کے بارے میں بھی ان کے یہاں کوئی واضح تصور نہیں ملتا، بعض مرتبہ حکم الٰہی اور ارشاد نبوی کے مقابلہ میں ان کے عالم اور راہب کی بات ان کے نزدیک زیادہ وزنی اور قابل عمل ہوتی ہے، عقائد کے سلسلہ میں یہ وہ ناہمواریاں ہیں جو عام طور پر دوسرے مذاہب میں نظر آتی ہیں۔

اسلام نے عقائد کے باب میں اتنی واضح لکیریں کھینچ دی ہیں کہ کوئی بھی کھلی آنکھ دھوکہ نہیں کھاسکتی، ہاں اگر کوئی آنکھ ہی بند کرلے تو اس کے لیے سوائے تاریکی کے اور کیا ہے؟

توحید الہ کا دعوی بہتوں نے کیا ہے لیکن اسلام نے اس کی حقیقت واضح کی ہے، اور اس کو ایسے دوٹوک انداز میں صاف کردیا ہے کہ شرک کی کوئی آمیزش اس میں باقی نہیں رہ جاتی "الا لہ الخلق والامر" کان کھول کر سن لو کہ اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے انتظام چلانا۔ صاف کہہ دیا گیا کہ "لیس کمثلہ شئی" کوئی بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا، پورا قرآن مجید توحید سے بھرا ہوا ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بڑی حکیمانہ بات لکھی کہ "قرآن مجید پڑھنے والا (بشرطیکہ سمجھ کر پڑھے) مشرک ہو ہی نہیں سکتا"۔

عبد اور معبود کے درمیان اسلام میں جو حد فاصل ملتی ہے وہ کسی مذہب میں نظر نہیں آتی، عبد کتنا ہی آگے بڑھ جائے لیکن بندہ بندہ ہی ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا، بندہ کی بندگی ہی اس کا اصل امتیاز ہے۔ اسلام نے اس کے لیے جو حدود قائم کئے ہیں اور جو بنیادیں فراہم کی ہیں، اسلام کی پوری عمارت ان ہی بنیادوں پر قائم ہے، اگر یہ بنیادیں نہ ہوں تو پوری عمارت منہدم ہوجاتی ہے، بڑے سے بڑا عمل اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک عقائد درست نہ ہوں، شرک اور کفر کی آمیزش فلک بوس عمارت کو منہدم کردینے کے لیے کافی ہے۔

موجودہ دور میں عقائد کے بارے میں چشم پوشی کا ایک عمومی مزاج بنتا جارہا ہے، جو اسلام کے تناور درخت کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے، مدارات اور اخلاق کی بلندی ایک الگ چیز ہے، وہ تو اسلام کے مزاج میں داخل ہے لیکن کفر وشرک سے نفرت نہ ہونا اور اسکے بارے میں نرمی کا پیدا ہوجانا سخت خطرہ کی بات ہے اور یہ ایسا نازک مسئلہ ہے کہ بعض مرتبہ ذرا سی بے احتیاطی آدمی کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتی ہے۔

اسلام نے عقائد کے جو حدود متعین کیے ہیں ان کو سمجھنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔ الہ واحد کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوسکتا، اس کی قدرت، اس کی حکمت، اس کی بادشاہت، اس کا نظام سب اسی کے ہاتھ میں ہے، جو چاہے کرے، سب اس کے بندے اور محتاج ہیں، اس کو کسی کی ضرورت نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے، اس کو فنا نہیں، وہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، تقدیر اسکے ہاتھ میں ہے، جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے، وہ جس چیز کے بارے میں چاہے فرمادے کہ ہوجا بس وہ ہوجاتی ہے، اس کو کسی معاون کی ضرورت نہیں، ہر چیز اس کے علم اور احاطۂ قدرت میں ہے، یہ وہ صفات ہیں جو الہ واحد کے ساتھ خاص ہیں۔ ان حدود میں کوئی دوسرا داخل ہو ہی نہیں سکتا، کسی نبی کے بارے میں، یا کسی ولی کے بارے میں یا کسی فرشتہ یا مخلوق کے بارے میں اگر ان مذکورہ صفات کا تصور قائم ہوگا تو وہ سراسر شرک ہوگا، نبوت کے اپنے حدود ہیں، نبی معصوم ہوتا ہے، یہ عقیدۂ عصمت، اگر کسی دوسرے کے بارے میں ہوگا تو یہ ایمان کے منافی ہے، بڑے سے بڑا بزرگ، ولی، معصوم نہیں ہوسکتا، نبی سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا، دوسرا گناہ کرسکتا ہے البتہ اللہ اپنے جن بندوں کی حفاظت کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔

نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے، جس کو آپ حلال فرمادیں وہ حلال ہے اور جس کو حرام فرمادیں وہ حرام ہے، کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں، نہ کوئی حلال کو حرام کرسکتا ہے اور نہ حرام کو حلال، جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کہہ دیا وہ فرض ہے، قیامت تک کے لیے لازم ہے، اس کو کوئی ساقط نہیں کرسکتا، کسی بڑے سے بڑے عالم، بزرگ یا شیخ کو اس کی اجازت نہیں کہ وہ شریعت میں کوئی تبدیلی کرے، اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ ملت سے خارج ہے، اور اگر کوئی کسی کے بارے میں ایسا سمجھتا ہے تو وہ بھی راہ حق سے منحرف ہے، ہر عالم شریعت کا خادم ہے، اپنی طرف سے وہ کوئی بات نہیں کہہ سکتا، موجودہ امراض میں سے یہ بھی ہے کہ بعض مرتبہ کسی خود ساختہ عالم کی بات کو شریعت پر ترجیح دی جانے لگتی ہے، یہ بہت خطرناک دروازہ ہے اس کے نتیجہ میں آدمی گمراہی کا شکار ہونے لگتا ہے، یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ علماء شریعت کے خادم اور ترجمان ہیں، ان کی بات اسی لیے مانی جاتی ہے، اور ان کا احترام اسی لیے لازم ہے، اللہ تعالیٰ ائمہ اربعہ کو بہترین جزاء عطا فرمائے کہ انھوں نے شریعت کی بھرپور ترجمانی کی اور کتاب وسنت کی روشنی میں احکامات واضح کیے اور مسائل بتائے، وہ دین وشریعت کے خادم ہیں، انھوں نے قوانین شریعت اپنی طرف سے وضع نہیں کیے بلکہ کتاب وسنت کو واضح کیا اور کھول کھول کر بیان کیا تاکہ ایک عام آدمی بھی سمجھ سکے، کسی چیز کو حلال کرنا یا حرام کرنا علماء کا کام نہیں، یہ نبی کا منصب ہے، علماء کا کام یہ ہے کہ اس کو بیان کردیں، علماء کو نبی کا درجہ دینا گمراہی ہے، اور نبی کو خدائی میں شریک کرنا گمراہی ہے، عقائد کے باب میں یہ وہ اسلامی حدود ہیں جن کا سمجھنا بنیادی طور پر ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

ناظم صاحب ندوۃ العلماء کا سفر حجاز

ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ رابطۂ عالم اسلامی کی دعوت پر اس کے جلسہ میں شرکت کے لئے مکہ مکرمہ گئے، جہاں انھوں نے رابطہ کے اجلاس میں شرکت کی اور سیرت نبوی کے موضوع پر ایک مقالہ پیش کیا، عمرہ کی ادائیگی اور مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد بصحت وسلامت ۲۳/نومبر کو واپس لکھنؤ تشریف لے آئے، اس سفر میں رفیق سفر حاجی عبدالرزاق صاحب تھے۔

مہتمم صاحب دارالعلوم کا سفر کویت

عالم اسلام کے ممتاز داعی اور صاحب خیر شیخ عبداللہ العلی المطوع کی وفات، ندوۃ العلماء اور اس کے ذمہ داروں کے لئے بڑے صدمے کی بات تھی، وفات کی خبر ملتے ہی ناظم صاحب ندوۃ العلماء اور مہتمم صاحب نے تعزیتی خطوط شیخ مطوع کے صاحبزادوں کو ارسال کئے تھے، اب مہتمم صاحب دارالعلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی نے خاص طور پر تعزیت پیش کرنے کے لئے کویت کا سفر کیا، شیخ کے فرزندوں اور جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی کے ذمہ داران سے ملاقات کی اور ان حضرات سے ذاتی طور پر بھی اور ندوۃ العلماء کی طرف سے تعزیت پیش کی۔

قرآنی آیات، احادیث، اشعار، عربی تمرینات، ہزاروں مثالوں سے مزین آسان کتابیں دینی مدارس کے طلبہ وطالبات اور شائقین عربی کے لیے ایک قیمتی تحفہ

تدریب النحو (دوسرا ایڈیشن)

صفحات ۳۰۰- بڑی تقطیع، کتابت وطباعت اعلیٰ معیاری، قیمت -/125

تدریب الصرف (نئی کتاب)

صفحات ۲۳۶- بڑی تقطیع، کتابت وطباعت اعلیٰ معیاری، قیمت -/100

مؤلف: **سید ظفر احمد جمیل حسامی** (فاضل جامعۃ الامام ریاض سعودی عرب)

ناشر: **مرکز الدراسات الاسلامیہ**

19-4-279/S/15 صالحین کالونی، پوسٹ فلک نما، حیدرآباد۔ 53، اے پی انڈیا

ناشر کے پتے پر ہر کتاب کی قیمت منی آرڈر کے ذریعہ ارسال فرمائیں۔ علیحدہ پوسٹ کارڈ پر اپنا مکمل پتہ اور منی آرڈر فارم کا حوالہ نمبر لکھ کر روانہ فرمائیں۔ کتاب سادہ ڈاک سے آپ کے گھر پہنچادی جائیگی، ڈاک خرچ ادارہ کے ذمہ ہوگا۔

Ph.: 040-24511164, (M) 944-052-8876

جائزہ

جیلوں میں مسلم قیدیوں کا یہ تناسب امتیازی سلوک کو اُجاگر کرتا ہے

مسلمانوں کو انصاف دلانے میں کسی کو دلچسپی نہیں ہے لیکن انہیں جیلوں میں ڈالنے کیلئے نئے نئے ہتھکنڈے اختیار کئے جارہے ہیں۔

اطلاعات کے مطابق مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی اور سماجی حالات کا جائزہ لینے کے لئے وزیراعظم منموہن سنگھ کی طرف سے تشکیل دی گئی جسٹس راجندر سچر کمیٹی کی متوقع رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ ملک میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً ۱۵ر فیصد ہے لیکن جیلوں میں نظر بند قیدیوں میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً ۲۵ فیصد ہے جب کہ اس سلسلہ میں بعض غیر سرکاری جائزوں میں بتایا گیا ہے کہ ملک کی بیشتر جیلوں میں ۳۰ فیصد سے زیادہ مسلمان ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کے جائزوں سے یہ بات تو طے ہے کہ ملک کی جیلوں میں مجموعی طور پر ایک چوتھائی قیدی مسلمان ہوتے ہیں۔ ہر ریاست کی جیلوں میں آبادی کے لحاظ سے ان کا تناسب دوگنا ہوتا ہے، جو نہ صرف تشویشناک بات ہے بلکہ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ امن وقانون نافذ کرنے والی مشینری کا رویہ نہایت متعصبانہ ہے۔

۲۹ر اکتوبر کے انڈین ایکسپریس کی رپورٹ

ریاست	مسلم آبادی	سزایافتہ یا زیر سماعت قیدی	ایک سال سے کم جیل میں	ایک سال سے زیادہ جیل میں	پانچ سال سے جیل میں	پانچ سال سے زیادہ جیل میں
آسام	30.9	30.0	28.1	00	00	00
کیرلا	24.7	37.1	38.3	39.5	43.3	28.7
جھارکھنڈ	13.8	17.6	14.8	14.5	37.3	8.6
کرناٹک	12.2	17.6	14.8	14.5	37.5	8.6
دہلی	11.7	27.9	29.1	23.9	23.8	24.0
مہاراشٹر	10.6	32.4	40.6	34.7	38.5	22.8
گجرات	9.1	25.1	00	26.2	25.8	21.9
تمل ناڈو	5.6	9.6	7.7	10.9	10.1	10.7

کے مطابق جو سچر کمیٹی کی متوقع رپورٹ سے ماخوذ ہے ملک کی آٹھ ریاستوں کی جیلوں میں مسلم قیدیوں کا تناسب ۲۳،۴ فیصد ہے جو آبادی کے لحاظ سے کئی گنا زیادہ ہے، ان میں بھی بیشتر قیدی وہ ہیں جو پانچ برسوں سے زیادہ عرصہ سے نظر بند ہیں، آخر میں دئے گئے سچر کمیٹی کے اس خاکہ سے پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ یہ امتیازی سلوک اور زیادتی کتنے برسوں سے کی جارہی ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ انتظامیہ کی یہ زیادتی ان ریاستوں میں زیادہ ہیں جہاں ان سیاسی جماعتوں کی حکومت جو سیکولرزم کا دم بھرتی ہیں اور بار بار یہ یقین دہانی کراتی رہتی ہیں کہ نہ تو مسلمانوں کو بلاوجہ ہراساں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کیساتھ زیادتی کی جائے گی، سب سے زیادہ حالات خراب بمبئی اور دہلی جیسے بڑے شہروں میں ہیں جہاں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نظر بند ہے۔

کشمیر ٹائمز اخبار کے بیورو چیف افتخار گیلانی نے "مائی ڈیز ان پرائزن" کے نام سے ملک کی سب سے بڑی دہلی کی تہاڑ جیل پر ایک کتاب لکھی ہے اس کتاب سے ہندوستانی جیلوں میں مسلم قیدیوں کے تناسب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ہر برس رمضان سے قبل تہاڑ جیل میں مسلم قیدیوں کی اصل تعداد کا پتہ چلتا ہے، اس برس پورے جیل میں ۱۴،۳۲۸ میں سے ۵۶۲۰ قیدی مسلمان تھے جو کل قیدیوں کا ۳۹،۲۲ فیصد ہے، ادھر بمبئی کی جیلوں میں ۴۰ فیصد مسلمان قیدی ہیں، جب بڑے شہروں کا یہ حال ہے تو چھوٹے شہروں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں کی جیلوں میں مسلمان کتنے ہوں گے، جن پر نہ تو حکومت کوئی توجہ دیتی ہے اور نہ ہی وہاں انسانی حقوق کی تنظیموں کی رسائی ہو پاتی ہے۔

گزشتہ دس برسوں میں جب سے دنیا میں نام

نہاد دہشت گردی کا ہوا کھڑا کیا گیا ہے اور اس کے نام پر ٹاڈا اور پوٹا جیسے سیاہ قوانین بنائے گئے، جیلوں میں مسلم قیدیوں کا تناسب بڑھتا گیا، یہ حقیقت تو سب کے سامنے آچکی ہے کہ چاہے ٹاڈا ہو یا پوٹا ان کا سب سے زیادہ غلط استعمال مسلمانوں کے خلاف ہی ہوا۔ اگرچہ دونوں قوانین کی موت ہوچکی ہے لیکن ابھی بھی ملک کی مختلف ریاستوں میں مسلم قیدیوں کی ایک بڑی تعداد ان سیاہ قوانین کی مار جھیل رہی ہے تو خصوصی ٹاڈا و پوٹا عدالتیں پہلے کی طرح اب بھی اپنا کام کررہی ہیں، ٹاڈا و پوٹا کی موت کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے، حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان جیسے سیاہ قوانین کے بے دریغ غلط استعمال کے باوجود ان کو دفن کرنے والی یو پی اے سرکار ایک بار پھر ایک سیاہ قانون دوٹا (War of Terrorism Act.) لانے کی تیاری کررہی ہے۔ (انڈین ایکسپریس ۱۵ر اکتوبر ۲۰۰۶ء)

مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کے امتیاز سلوک پر نظر رکھنے والے انسانی حقوق کے کارکن گوتم نولکھا کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک ایک عام بات ہے اور یہ پولیس کا دوہرا معیار ہے کہ ایک برادری کو جیل میں رکھا جاتا ہے اور دوسری کو سنگین سے سنگین جرم میں بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ حالیہ عرصہ میں یہ بات خاص طور سے دیکھنے کو ملی ہے کہ جب بھی ملک میں کوئی دھماکہ ہوتا ہے، پولیس یہ مان کر اپنی کارروائی کرتی ہے کہ اس میں مسلمانوں کا ہی ہاتھ ہے۔ اسی لئے وہ پوچھ گچھ کے لئے سب سے پہلے ان ہی کو گرفتار کرتی ہے اور کسی سے زبردستی اقبال جرم کراکے معاملہ کو حل کرنے کا دعویٰ کردیتی ہے۔ حالیہ بمبئی بم دھماکے اس کی واضح مثال ہیں۔ دوسری طرف وہی پولیس گجرات جیسے فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں تو خاموشی سے تماشہ دیکھتی رہتی ہے یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے فسادیوں کی مدد کرتی ہے اور فساد کے بعد جب معاملہ کی چھان بین کرتی ہے تو قانونی کارروائی اس طرح کرتی ہے کہ کورٹ میں ایک بھی ملزم قصور وار نہیں ٹھہرایا جاتا ہے، سبھی ملزم اس طرح باعزت بری ہوجاتے ہیں جیسے فساد ہوا ہی نہیں تھا بلاوجہ ان کے خلاف ایف آئی آر درج کرکے مقدمہ چلایا گیا۔ گجرات کے مسلم مخالف فسادات میں بھی یہی دیکھا جارہا ہے اور اس سے قبل ملک میں جتنے بھی مسلم مخالف فسادات ہوئے سب میں یہی دیکھا گیا۔

ہندوستانی جیلوں میں مسلم قیدیوں کے اس تناسب کو دیکھتے ہوئے سینئر صحافی پرفل بدوائی کا کہنا ہے کہ ملک کی ذیلی عدالتوں اور محکمہ پولیس میں مسلمانوں کے تئیں تعصب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کے ساتھ انصاف نہیں ہو پاتا، ایک تو مسلمانوں کے ساتھ ملک میں انصاف نہیں ہوتا اوپر سے ہر معاملہ میں ان ہی کو بلاوجہ پھنسا کر ان کے ساتھ زیادتی کی جاتی

عدالتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی

ریاست	مسلم آبادی	مسلم ملازمین	ضلع سیشن جج	چیف جیوڈیشل مجسٹریٹ	پرنسپل جج	استغاثہ کے وکیل
جموں وکشمیر	66.9	48.3	00	00	0	59.3
آسام	30.9	9.4	0	9.5	50.0	16.8
مغربی بنگال	25.2	5.0	4.8	7.8	0	5.4
کیرالہ	24.7	12.3	0	0	0	0
اترپردیش	18.5	10.9	3.1	7.5	0	4.7
جھارکھنڈ	13.8	8.4	2.9	0	0	0
اترانچل	11.9	3.9	0	0	0	0
دہلی	11.7	1.3	0	0	0	0
مہاراشٹر	10.6	8.1	2.3	8.2	0	0
آندھراپردیش	9.2	12.4	1.8	5.0	0	6.4
راجستھان	8.5	5.1	3.0	2.3	0	0
مدھیہ پردیش	6.3	6.0	7.2	6.9	8.3	0
اڑیسہ	2.1	1.5	1.4	0	0	0
چھتیس گڑھ	1.9	6.9	4.2	4.3	0	0

ہے۔ آج بھی ملک کی جیلوں میں نظر بند مسلم قیدیوں کے مقدمات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو بیشتر معاملوں میں مسلم قیدی بے قصور نکلیں گے اور پولیس کٹہرے میں کھڑی نظر آئے گی۔ لیکن شاید ہی کوئی حکومت اتنا بڑا جرأت مندانہ قدم اٹھائے، سچر کمیٹی کی متوقع رپورٹ کے مطابق ان سرکاری محکموں میں کچھ بھی اصلاح ہوجائے جہاں مسلمانوں کیساتھ امتیازی سلوک

ریاستی ملازمتوں میں مسلمان

ریاست	مسلم آبادی	سرکاری ملازمتوں میں	اعلیٰ عہدوں پر	نچلے عہدوں پر
آسام	30.9	11.2	0	0
مغربی بنگال	25.2	4.2	0	1.4
کیرالا	24.7	10.4	9.5	11.1
اترپردیش	18.5	5.1	6.2	5.3
بہار	16.5	7.6	8.6	6.4
جھارکھنڈ	13.8	6.7	0	0
کرناٹک	12.2	8.5	8.6	9.9
دہلی	11.7	3.2	2.1	5.6
مہاراشٹر	10.6	4.4	1.9	1.1
آندھراپردیش	9.2	8.8	0	0
گجرات	9.1	5.4	8.5	16.0
تمل ناڈو	5.6	3.2	3.2	2.6

کیا جاتا ہے تو کمیٹی کی تشکیل کا فائدہ مسلمانوں کو پہنچے گا ورنہ اسکی تشکیل بے سود رہے گی اور اسے بھی مسلمانوں کے ساتھ ایک گھناؤنا مذاق ہی کہا جائے گا۔

سچر کمیٹی کیا کہتی ہے

سچر کمیٹی کی تشکیل: مارچ ۲۰۰۵

نومبر ۲۰۰۶ کو رپورٹ پیش کرنی ہے۔

۱۵ رنومبر کو پیش کیے جانے کا امکان

۲۰۰۱ کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی آبادی تقریباً ۱۴ کروڑ ہے

ایک کروڑ ۹۲ لاکھ بچے پرائمری تعلیم حاصل کررہے ہیں

ایک کروڑ ۵ لاکھ لڑکے/لڑکیاں ثانوی سکینڈری درجات کے طالب علم ہیں اور ۳۷ لاکھ ہائی اسکول جاتے ہیں

۳۰ لاکھ لڑکے/لڑکیاں ہائر سکنڈری کی سطح تک اسکول پہنچ سکے

کل ۲۴ لاکھ گریجویشن کی حد کو چھوسکے، ان میں لڑکیوں کی حالت اور بھی خراب ہے۔

صرف ۴۹ فیصد بچے خواندہ ہیں

۶۰ فیصد خواتین ناخواندہ ہیں

۵۸ فیصد مرد خواندہ ہیں

اسکول چھوڑنے والے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

صرف ۱۰ فیصد بچے ہی سیکنڈری اسکول تک پہنچ پاتے ہیں۔

صرف ۸ فیصد ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کرپاتے ہیں۔

دیہی علاقوں میں گریجویشن کی سطح 1.3 فیصد ہے۔

شہری علاقوں میں مسلمان طلبہ کی گریجویشن سطح 6.1 فیصد ہے جب کہ ہندوؤں میں یہ تناسب 25.3 ہے۔

پوسٹ گریجویشن سطح پر مسلمانوں کا مجموعی تناسب 1.0 فیصد ہے جن میں 2.5 فیصد لڑکے اور لڑکیوں کا تناسب 0.9 فیصد ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خودنوشت سوانح حیات "کاروان زندگی"

ایک معلم، مصنف، مورخ، داعی اور رہنما کی سرگزشت حیات جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات وتجربات، احساسات وتاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات وحوادث اور تحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ وسبق آموز آپ بیتی اور ایک مورخانہ وحقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ وسرگزشت کا ایک اہم باب محفوظ ہوگیا ہے، ایک تاریخ دستاویز، ادبی مرقع، دعوت فکروعمل۔

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت وطباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول -/100، دوم -/90، سوم -/80 چہارم -/90، پنجم -/80، ششم -/90، ہفتم -/80، مکمل سیٹ -/610

نوٹ: طلباء کے لئے خصوصی رعایت

مکتبہ اسلام، ۲/۵۴، ۱۷ امحمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ

شخصیت

آخری قسط

علامہ سید سلیمان ندویؒ

درکف جام شریعت، درکف سندان عشق

از:......پروفیسر سید سلمان ندوی (فرزند علامہ سید سلیمان ندویؒ)

لوگوں نے اکثر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ مولانا تھانوی سے تعلق ہونے کے بعد ان کا تصنیفی کام رک گیا، جو صحیح نہیں ہے، "حیات شبلی" جو مرقع ہے مولانا شبلی کا وہ مولانا تھانوی سے بیعت کے بعد کی تصنیف ہے، اور مولانا تھانوی کو جو خط لکھا تھا اس میں انہوں نے اور جو اپنی باتیں لکھی تھیں اس میں لکھا تھا کہ "فرائض کا پابند ہوں کبائر سے مجتنب ہوں" پھر لکھا: "اور فقہ میں توسع رکھتا ہوں" اور یہ لکھا کہ اپنے آپ کو متاخرین کے اقوال کا پابند نہیں سمجھتا" (اس کے دو درجے ہیں: ایک درجہ تو ہوتا ہے اہل علم کا واقعی، یعنی جو عالم ہیں صحیح معنوں میں تو ان کے یہاں تقلید جامد نہیں ہے، اس لیے کہ ان کا اپنا علم ہے، وہ اپنے علم کی روشنی میں ان چیزوں کا احاطہ کرتے ہیں پھر فیصلہ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد جس نتیجہ پر پہنچیں، یہ نہیں ہوتا اپنے تقویٰ کے لحاظ سے کہ نتیجہ پہلے طے کرلیں اور پھر اس کو دیکھیں کہ اس کو جائز کرنا ہے بلکہ اس مسئلہ کی طرف ایمانداری کے ساتھ توجہ کرتے ہیں، وہ نتیجہ ان کے قلب کے خلاف ہو یا اسکے حق میں ہو جو بھی ہو اس کو وہ قبول کریں)۔

اس لیے یہ کہنا کہ ان کی تصنیفی کارروائی رک گئی تھی یہ صحیح نہیں ہے۔

میں آپ کو واقعہ بتاؤں ۱۹۴۹ء میں (اس سے اندازہ رکھیے کہ مولانا شبلی کی تربیت اور ایک طرف مولانا تھانوی کی تربیت) میں نے ایک مرتبہ والد صاحب سے ایک سوال کیا چونکہ وہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جلسوں میں یکساں مقبول تھے، مہاتما گاندھی سے بھی ان کے بڑے تعلقات تھے، ہندوستانی مسئلہ جو لینگویج کا تھا ہندوستانی ہو، اردو ہو ہندی ہو کیا ہو اس سلسلے میں گاندھی جی سے بڑا تعلق تھا ان کا، جواہر لال، موتی لال ان کے یہاں آیا کرتے تھے اور کھانا وانا وہاں کھاتے تھے، ہمارے یہاں اعظم گڑھ میں ٹھہرتے تھے، دوسری طرف مسلم لیگ کے لوگوں سے بھی تعلق تھا اور آخر میں مسلم لیگ نے جو ایک جماعت بنائی تھی جس میں یہ تھا کہ نظام حکمرانی کیسا ہو پاکستان کے سلسلے میں جو ایک کمیٹی بنائی تھی اس میں بھی تھے، تو میں نے سوال کیا کہ آپ یہ بتایئے کہ آپ کانگریسی ہیں یا لیگی؟ یہ دو گھوڑے کی سواری تو میری سمجھ میں نہیں آتی، آپ یہ بتایئے کہ آپ کانگریسی ہیں یا لیگی؟ صاف صاف جواب دیجئے، اسکا بڑا لطیف جواب دیا، کہا کہ "دماغ کانگریسی ہے اور دل لیگی ہے" مطلب یہ تھا کہ مولانا شبلی کا تعلق کانگریس سے تھا اور مولانا تھانوی کا تعلق مسلم لیگ سے تھا، تو کہا کہ "دماغ کانگریسی ہے اور دل لیگی ہے"۔

۱۹۴۹ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کا اجلاس ہوا بھوپال میں، اور اس کے کرنے والوں میں جاں نثار اختر اور اس طرح ترقی پسند مصنفین کی جو ایک نئی نسل پیدا ہوئی تھی اس کا اجتماع تھا، اس کا افتتاح ہمارے والد صاحب نے کیا۔

اب آپ یہ دیکھیے کہ مولانا شبلی کے شاگرد کی حیثیت سے تو یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ وہ ترقی پسند مصنفین کے اجتماع سے مخاطب ہیں لیکن مولانا تھانوی کے مرید کی حیثیت سے یہ بات نہیں سمجھی جاسکتی کہ انجمن ترقی پسند مصنفین سے ان کا کیا تعلق؟ لیکن انہوں نے تقریر کی اور وہ چھپ چکی ہے اس میں ایک چیز انہوں نے لکھی تھی کہ "نوجوان ادیبو! میں بھی کبھی جوان تھا، میں بھی بوڑھا ہوا، میرا قلم بھی جوان تھا، اور میرا قلم بھی بوڑھا ہوا، تم جوان ہو، تمہارا قلم جوان ہے مگر تمہارا قلم اور تم دونوں کل بوڑھے ہوگے، اور تمہارا پیغام اور تمہارا مشن یہ ہے کہ محبت وآشتی پھیلائی جائے، نفرت دور کی جائے، ایک دوسرے سے قریب لایا جائے"۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان کی مولانا شبلی کی جو تربیت تھی، جو علمی مقام تھا اس میں آخر تک کوئی فرق نہیں آیا، اپنے فقہی معاملات میں وسعت رہی، دلی سے ایک رسالہ نکلا تھا "بحث ونظر" اسلامک فقہ اکیڈمی کا، اس میں نسیم احمد قاسمی صاحب نے ایک مضمون لکھا تھا "سید سلیمان ندوی کی فقہی بصیرت" مطلب یہ کہ حنفی تو تھے لیکن حنفیت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اس میں تعصب فی الفقہ پیدا ہوجائے یا عصبیت پیدا ہوجائے کہ صاحب! یہی صحیح ہے، اور آپ نے یہ لکھا تھا مولانا تھانوی کو کہ "میں حق کو فقہاء اربعہ یا مسالک اربعہ میں محصور سمجھتا ہوں، یعنی ان چاروں میں سے جس میں بھی وہ ہو، اور یہ کہ متاخرین کے اقوال کا پابند نہیں ہوں" ابن تیمیہ سے بہت متاثر تھے، ابن قیم سے بہت متاثر تھے، شاہ ولی اللہ سے بہت متاثر تھے امام مالک سے بہت متاثر تھے اور دوسرے علماء کی طرح ان کی

رائے بھی یہ تھی، وہ بھی موطا امام مالک کو بخاری پر ترجیح دیتے تھے اس لئے کہ اس میں سلسلہ جو ہے بالکل سلسلۃ الذہب ہے نافع عن ابن عمر......... تو اس لحاظ سے بہت ہی کم وقفہ ہے۔

تو حیات شبلی اس زمانے کی ہے، پھر ان کے قضاء کے فیصلے ہیں بھوپال کے، ان کے فتاویٰ موجود ہیں، یہ سب مولانا تھانوی کے انتقال کے بعد کے ہیں تو یہ کہنا کہ ان کی تصنیفی زندگی کا حصہ ختم ہو چکا تھا یہ صحیح نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ جو تربیت مولانا شبلی کی علمی تھی وہ آخر تک قائم رہی اور جو مولانا تھانوی کی عقیدت تھی وہ آخر تک دوسرے لحاظ سے قائم رہی اور یہ کہ ان کی اپنی ذاتی زندگی میں اگر میں آپ کو واقعات سناؤں تو آپ کو حیرت ہوگی ایسی چیزیں کہ عام طور سے اس پر نظر نہیں جاتی، وہ بھوپال میں تھے اور نواب صاحب بھوپال سے ملنے جا رہے تھے تو ان کے کپڑے وپڑے میں نے نکالے، باہر جب جاتے تھے تو وہ پمپ شو پہنا کرتے تھے، اور پر بوڑگی ہوتی تھی، تو ایک پرانا جوتا تھا جس کے جو چھوٹی انگلی ہوتی ہے پیر کی اس طرف سے چمڑا جو تھا وہ تقریباً پھٹ رہا تھا Crack ہو گیا تھا اور اسی زمانے میں انہوں نے نیا جوتا خریدا تھا، وہ نیا جوتا میں نے نکالا، کپڑے پہنے اور یہ سب پہن کر گئے، کار پر بیٹھے اور فوراً ہی واپس آئے، واپس آکر کے انہوں نے پرانا جوتا پہنا اور چلے، تو ظاہر ہے کہ میرا تو لڑکپن تھا، میں نے اصرار کیا کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ نیا جوتا کیوں آپ نے نہیں پہنا پرانا جوتا کیوں پہنا، میں نے بڑا اصرار کیا، پہلے تو جواب نہیں دیا پھر مجھے جواب دیا انہوں نے کہ "دل میں کچھ عجب پیدا ہو گیا تھا" کتنوں کی نگاہ اس پر جائیگی کہیں جانے کے لیے ہم کتنا کرتے ہیں!!

تو حضرات! یہ چیز ایسی ہے جو بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی اور اس منزل پر پہنچنے کے لیے اگر یہ استحضار ہو جائے کہ جو علم ہم نے حاصل کیا ہے اگر وہ علم اس راہ میں استعمال نہیں ہوا جس میں ہونا چاہئے تو پھر وہ علم جو ہے وہ زہر ہے اور اسی لیے اپنے آپ کو جب انہوں نے Submit کیا تو کچھ سمجھ کے ہی کیا، اور اسی لیے میں نے کہیں شعر پڑھا تھا کہ ۔

جو رندوں نے دو عالم کا کیا ہے سودا
کچھ تو دیکھا ہے چھلکتے ہوئے پیمانے میں

تو اس لیے اس سے آپ اندازہ لگایئے (یہ موقع نہیں ہے پوری تفصیل کا ورنہ یہ تو خاصی تفصیل کی چیز ہے) کہ مولانا شبلی اور مولانا تھانوی کے درمیان اپنے آپ کو اس طرح سے رکھنا کہ مولانا شبلی کی عقیدت بھی مجروح نہ ہو اور مولانا تھانوی کی عقیدت پہ بھی زد نہ آئے یہ آسان کام نہیں ہے اور یہ سید صاحب ہی کر سکتے تھے اور انہوں نے کیا اور اس طرح سے کیا کہ دونوں طرف کے حضرات نے اس کو تسلیم کیا۔

جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ شخصیتیں اپنی جگہ پر لیکن جو اصل حقیقت ہے وہ یہ کہ آخرت کی فکر، قلب کا محاسبہ اور اپنے اعمال کا محاسبہ، اس کے لیے کسی استاد کی ضرورت پڑتی ہے اور جتنی جلد یہ حاصل ہو جائے اتنی ہی منزل آسان ہوتی ہے اور جتنی دیر لگتی ہے اور جتنی دیر میں اسکا احساس ہوتا ہے اتنا ہی منزل کٹھن ہوتی جاتی ہے، اس لیے کوشش یہی کرنی چاہیے وہی جو ابھی میں نے شعر پڑھا تھا

جو موسیٰ بھی ہوں تو بھی اتباع خضر لازم ہے
ہدایت منحصر ہے اتباع شیخ کامل میں

ایک جگہ لکھا انہوں نے کہ

توبہ گن گن کے نہ کروا نہ تسبیح پہ شیخ
جرم ہے لا متناہی ، متناہی توبہ

یہ توبہ اور استغفار جو ہے یہ تو انسان کی زندگی کا جزو ہونا چاہیے اور تب ہی وہ منزل ملتی ہے جس کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا۔

بھئی! ویسے تو بات یہ ہے کہ ع

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

اس میں مسئلہ ایسا ہے کہ یہ چلتا رہ سکتا ہے، میں آپ حضرات کا بہت ہی ممنون ہوں، مختصر طریقے سے جو میں نے بیان کیا خدا کرے آپ تک یہ پیغام پہنچ چکا ہو۔

اب ماشاء اللہ یہ سینٹر جو مولانا علی میاںؒ کے نام سے ہے، مولانا علی میاں بھی آخر میں اس مقام پر پہنچے جہاں پہنچنا چاہئے تھا، ان کی زندگی کا آغاز کیسا ہوا، کہاں کہاں گئے، آغاز کہیں ہوا، انگریزی تعلیم بھی حاصل کی، میٹرک تک بھی کرنا چاہا پھر جماعت اسلامی میں داخل ہوئے، جماعت اسلامی سے نکلے، تبلیغی جماعت کی طرف بھی رجوع ہوا، پھر آخر مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں پہنچے، تو مطلب یہ کہ زندگی کا جو آخری حصہ ہے وہ تو ہے لیکن اصل دیکھنا چاہیے کیسے اس مقام تک پہنچے اور عقلمند آدمی وہ ہے جو پہلے ہی اس منزل کو سمجھ جائے اور اپنی زندگی کو اس پر سنوار لے۔

☆☆☆☆☆

صوفی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ صاحبہ انتقال فرما گئیں

بمبئی کے بہت قابل قدر بزرگ صوفی عبدالرحمٰن صاحب جن کا سوا سال قبل مدینہ منورہ میں انتقال ہوا تھا، ۲۱ر نومبر ۲۰۰۶ء بروز منگل ان کی اہلیہ صاحبہ کا بمبئی میں انتقال ہو گیا، مقدر کی بات ہے کہ صوفی صاحب موت وحیات کی کشمکش سے گزر کر وفات سے صرف دو ماہ قبل حجاز مقدس پہنچے اور مدینۂ منورہ میں انتقال فرمایا مرحومہ ساتھ تھیں اور اپنے لڑکیوں کے پاس وہیں رہیں کچھ ماہ قبل بمبئی واپس آئیں، پھسل کر گریں اور پاؤں میں فریکچر ہو گیا، اسی حال میں تھیں کہ کل ان کو بھی پیام اجل آگیا قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولوی محمود الازہار ندوی مرحوم

از .... حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

عزیزی مولوی محمود الازہار ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں مختصر علالت کے بعد دوشنبہ ۶ر شوال المکرم ۱۴۲۷ھ کو انتقال کر گئے، انا لله وانا اليه راجعون! ان کی عمر ۶۴ سال تھی، ظاہری صحت سے کوئی ایسا خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا لیکن مقدر کی بات کہ ایک مختصر اور عمومی علالت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، وہ اخلاق اور دینی رویہ میں بھی اچھے اور ممتاز صفت رکھتے تھے اور ایک دین دار عالم کی حیثیت سے معروف تھے، لہٰذا ان کی مفارقت سے سب کے دل ملول ہوئے، اور جن لوگوں کو ان کا تعاون حاصل تھا ان کو ان کے نہ رہنے سے خسارہ محسوس ہوا۔

انھوں نے ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کر کے تدریس وانتظام کی مختلف ذمہ داریاں سنبھالیں، اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہونچایا، وہ اپنی طبیعت کے لحاظ سے تعاون اور ہمدردی اور کارگزاری کے صفات سے آراستہ تھے، اپنے رفقاء میں ایک دوست اور اپنے بڑوں میں ایک مخلص اور کارگزار معاون تھے، ان کی ظاہری صحت کو دیکھتے ہوئے یہ خیال نہ تھا کہ وہ اچانک چار پانچ روز کی عمومی علالت کے نتیجہ میں سب سے جدا ہو جائیں گے، لیکن موت وزندگی کا اختیار اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، اور جس کی جو عمر طے کر دی ہے وہ علالت اور بلا علالت اپنے وقت پر پوری ہو جاتی ہے، مولانا محمود الازہار سے ابھی قریب میں ملاقات ہوئی تھی، اچھے تھے، صحت مند تھے، پھر علالت کی خبر ملی، کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی، علالت میں سنگینی کی خبر ملی، ان کو دیکھنے جانا ہوا، لیکن وہ بات کرنے اور پہچاننے کے حال میں نہ تھے، لیکن دنیا توقع پر قائم ہے لہٰذا مایوسی نہ تھی، لیکن وقت آچکا تھا، چنانچہ وہ جانبر نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے، اور ان کی نیکیوں کا اضعافاً مضاعفہ بدلہ عطا فرمائے!۔

مولوی محمود الازہار صاحب نے تعلیمی کام کے ساتھ کچھ عملی شعبوں میں بھی اپنی صلاحیت بنالی تھی، وہ "تعمیر حیات" میں معاون مدیر کی حیثیت سے بھی رہے اور عربی اخبار "الرائد" کے اہم معاون رہے، ایڈیٹر کو ان سے بڑی مدد ملتی رہی، دار العلوم ندوۃ العلماء کے دفتر میں انتظامی انچارج بھی رہے، اور ندوۃ العلماء کے کتب خانہ شبلی میں انتظامی عہدہ پر بھی فائز رہے، اس طریقہ سے انھوں نے ندوۃ العلماء کی مختلف پہلوؤں سے خدمت انجام دی، ندوۃ العلماء کے جن فرزندوں کے متعلق یہ سمجھا جاتا تھا کہ انتظامی اور عملی کاموں میں ان سے خصوصی مدد مل سکتی ہے، ان میں مولوی محمود الازہار صاحب نمایاں تھے، رابطۂ ادب اسلامی ہر سال ایک ہندوستان گیر بلکہ عالمی پیمانہ پر ایک سیمینار منعقد کرتا ہے جو مختلف جگہوں پر بدل بدل کر منعقد کیا جاتا ہے، ایسے موقعوں پر انعقاد سے کچھ روز پہلے مولانا محمود الازہار صاحب اور ان کے کسی ایک رفیق کو پہلے سے بھیج دیا جاتا تھا تا کہ وہ انتظامی ضرورتوں کے لحاظ سے ترتیب قائم کریں اور مناسب تدبیر کے لئے نظم کروائیں، اسی طرح ندوۃ العلماء میں بھی جو سیمینار اور جلسے ہوتے ان کے انتظامات میں بھی ان کے تعاون سے پورا فائدہ اٹھایا جاتا، اس طریقہ سے ان کی صلاحیت بحیثیت منتظم، بحیثیت صحافتی معاون اور بحیثیت مدرس سامنے آتی رہتی تھی، ان کے انتقال سے ان کی صلاحیتوں سے جو فائدہ اٹھایا جاتا تھا اس میں خلا پیدا ہو گیا۔

انھوں نے طالب علمی کے بعد اپنی عملی زندگی محنت، اخلاص عمل اور کارگزاری میں گزاری، طلبہ کے لئے وہ ایک شفیق استاد کی حیثیت رکھتے تھے اور اپنے بڑوں کے لئے ایک شریف اور با اخلاق خورد کا رویہ رکھتے تھے، یہ خصوصیت کہ مختلف عملی پہلوؤں میں امتیاز پایا جاتا ہو یہ سب میں نہیں پائی جاتی، اس لئے جہاں یہ پائی جاتی ہے وہاں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور اس شخص کو ہر ایک اپنے دل سے قریب سمجھتا ہے، وہ میرے چھوٹے تھے اور مجھ کو عزیز تھے اس لئے ان کے نہ رہنے سے ایک نقصان کا احساس ہوا، اور ہمارے اختیار میں ایسے نقصان کے موقع پر دعا ہی ایک ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت ومغفرت سے نوازے اور ان کے جانے سے جو کمی ہوئی ہے اس کی تلافی فرمائے اور پسماندگان کو صبر ورضا بالقضاء کی توفیق عطا فرمائے، ان کے پانچ صاحبزادے ہیں اور تین صاحبزادیاں ہیں جو انشاء اللہ اپنے والد کے نقش قدم پر چلیں گے، ان سب کے لئے ہماری نیک توقعات اور مخلصانہ دعائیں ہیں، ایک بھائی عبد المختار ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صحت وقوت عطا فرمائے اور صبر وتسکین دے۔

☆☆☆☆☆

کلیسا پر اسلام کے احسانات

عیسائی مؤرخین کا اعتراف

از: .... سلمان نسیم ندوی

عیسائیت کی پوری تاریخ خونچکاں داستان ظلم وستم سے پُر ہے، اس ظلم وستم کی مختلف صورتیں ہیں، کبھی عیسائیت یہودیت کی چیرہ دستیوں کا شکار رہی تو کبھی عقیدہ ودین میں نظریاتی اختلاف کی وجہ سے خانہ جنگی کا بازار سرگرم رہا، کبھی ارباب کلیسا کی حرص وآز اور ہوس نے رنگ دکھائے، اور جب کبھی سمندر کی طغیانی تھمی تو عیسائیت نے دوسری قوموں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا، تاریخ عیسائیت کا ایک ایک صفحہ معصوموں کے لہو سے سرخ ہے، اگر مسلمانوں نے عیسائیوں پر احسان نہ کیا ہوتا تو آج حالات یکسر مختلف ہوتے، اسی خون آشام ماحول میں اسلام کا ظہور ہوا، اس کے ابر کرم نے ہر قریب وبعید کو سیراب کیا، عیسائیت بھی اس ابر کرم سے فیضیاب ہوئی، آج جب کہ احسان فراموشی کا مزاج عام ہو رہا ہے چند عیسائی مؤرخین کی شہادتیں اس سلسلہ میں پیش ہیں تاکہ کم از کم ہم تو دنیا پر اپنے احسانات سے واقف ہو سکیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جن کی تاریخی حس غیر معمولی، تاریخی بصیرت مسلم اور تاریخی مطالعہ وسیع، ہمہ جہت اور تقابلی تھا، انہوں نے اپنی تحریروں میں عیسائیت پر بہت کچھ لکھا ہے، انہی تحریروں میں سے ایک اقتباس یہاں پیش ہے جس سے اسلام سے قبل عیسائیت کی بے چارگی ودرماندگی کا صاف احساس ہوتا ہے، مولاناؒ چھٹی صدی عیسوی کی تصویر کشی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"پھر نفس مذہب سے متعلق کلامی مباحث اُبھر آئے اور بے نتیجہ اختلافات کی شورش نے قوم کو الجھا دیا جس میں ان کی ذہانتیں ضائع ہوئیں اور قوائے عملیہ شل ہو گئے، بیشتر ان خانہ جنگیوں نے بڑے پیمانے پر کوئی معرکہ کی شکل اختیار کر لی، مدارس، کلیسا اور لوگوں کے مکانات حریف کیمپ بن گئے تھے، اور پورے کا پورے ملک خانہ جنگی" Civil War" کا شکار تھا، بحث یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کی فطرت کیا ہے، اور اس میں الٰہی اور بشری جز کس تناسب سے ہیں؟ روم وشام کے ملکانی (MALKAITE) عیسائیوں کا مذہب یہ تھا کہ حضرت مسیحؑ کی فطرت مرکب ہے، اس میں ایک جزو الٰہی ہے، اور ایک بشری ہے، لیکن مصر کے منوفیزٹ (MONOPHYSITES) عیسائیوں کا اصرار تھا کہ حضرت مسیحؑ کی فطرت خالص الٰہی ہے، اس میں ان کی فطرت بشری اس طرح فنا ہو گئی ہے جیسا سرکہ کا ایک قطرہ سمندر میں پڑ کر اپنی ہستی کو گم کر دیتا ہے، پہلا مسلک گویا حکومت کا سرکاری مسلک تھا، بازنطینی سلاطین واہل حکومت نے اس کو عام کرنے اور پوری مملکت کا واحد مذہب بنانے میں پوری قوت صرف کی اور مخالفین مذہب "مبتدعین" کو سخت ترین سزائیں دیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، مگر اختلاف اور مذہبی کشاکش بڑھتی ہی رہی، دونوں فریق ایک دوسرے کو ایسا ہی خارج از مذہب اور بد دین سمجھتے تھے جیسے دو متضاد مذہب کے پیرو۔ قیرس "CYRUS" کی نیابت مصر کے دس سال (۲۱ھ، ۶۳۱ء) کی تاریخ وحشیانہ سزاؤں اور لرزہ خیز مظالم کی داستانوں سے لبریز ہے" (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر: ص۔ ۳۶)

اس مذہبی کشاکش کا نتیجہ تھا کہ ایک ہی مذہب کے پیروؤں نے ایک دوسرے پر وہ ظلم ڈھائے کہ تاریخ اس پر انگشت بدنداں ہے۔

عیسائی مؤرخ "فیڈھام" رقم طراز ہے:

کیتھولک چرچ نے پروٹسٹنٹ کے خلاف ۲۴/۸/۱۵۷۲ء میں، پیرس کے مقام پر جس درندگی کا ثبوت دیا اور جس کے نتیجہ میں دس ہزار پروٹسٹنٹ شہید ہوئے، عیسائی دنیا کے پاس اس درندگی اور خانہ جنگی کا کیا جواب ہے؟

حنا النقیوسی اپنی کتاب "تاریخ مصر" میں رقمطراز ہے:

رومانی شہنشاہ قسطنطین

(۲۷۴ء۔ ۳۳۷ء) کے زمانہ میں بے شمار گرجا گھر منہدم کئے گئے، کتب خانوں کے کتب خانے ملیامیٹ کر دئے گئے، فلاسفہ کی فلسفہ دانی کا انتقام ان کی آنکھیں پھوڑ کر لیا گیا، اور ان کو جلا کر مار ڈالا گیا۔ مصری چرچ کے پادری "تیو فیلوس" (۸۳۵ء۔ ۳۳۷ء) نے مصر میں بت پرستوں کے خلاف ظالمانہ مہم شروع کی، اسکندریہ کا اسکول بند کر دیا گیا، اس کا کتب خانہ اور دیگر دینی مراکز کے کتب خانے تباہ کر دئے گئے، فلاسفر، ریاضی داں، انجینئرز اور سائنسدانوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

عیسائیوں کی گذشتہ تاریخ کچھ یوں فتنہ وفساد، جنگ وجدال اور ظلم وتعدی کی علمبردار رہی ہے جبکہ موجودہ تاریخ ماضی کی چیرہ دستیوں کو پیچھے چھوڑ رہی ہے، لیکن ستم یہ ہے کہ مسیحیت کے ممتاز، عالی مقام رکھنے والے اور تاریخ سے واقف کار رہنما برابر اسلام پر قتل وخون کا الزام عائد کر رہے ہیں، ان کی تاریخی حقائق سے تغافل یا دانستہ غفلت یا احسان فراموشی کا یہ عالم ہے کہ وہ اس کے بھی انکاری ہیں کہ سرے سے اسلام نے عالم انسانیت کو کوئی نیا تحفہ دیا، عالم انسانیت کے گرانقدر سرمایے میں اسلام نے جو بیش بہا اضافہ کیا وہ طویل اور دراز موضوع ہے، اگر صرف اس کا جائزہ لیا جائے کہ اسلام نے مسیحیت کو کیا نیا تحفہ دیا یا اسلام نے مسیحیت پر کیا احسان کیا تو شاید ان رہنماؤں کے علم میں اضافہ ہو۔ اگر اسلام ظہور پذیر نہ ہوا ہوتا اور اس نے عیسائیوں کو اہل روما سے رہائی نہ دلائی ہوتی تو عیسائیت کب دم توڑ چکی ہوتی اور آج نہ صلیبی حکمراں کے قول کا وجود ہوتا نہ اس کو کوئی دوہرانے والا ہوتا، مسیحیت اور کلیسا پر اسلام نے جو احسان کیا ہے اس سلسلہ میں خود عیسائی مؤرخین کی تحریروں کا ایک طومار ہے، یہاں چند نمونے نقل کئے جاتے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل ایک عیسائی اسکالر نبیل لوقا کی ایک ریسرچ شائع ہوئی ہے جس کا عنوان ہے "اسلام تلوار سے پھیلا: حقیقت یا فریب"۔

فاضل ریسرچ اسکالر اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں: اسلام ایک آسمانی دین ہے، بعض مسلمانوں کی لغزشوں کا اسلامی تعلیم کی طرف انتساب غیر منصفانہ ہے، اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں، اس کے بر خلاف عیسائی مذہب اپنی تعلیمات اور عملی نمونوں اور خونیں تاریخ کی وجہ سے تضادات کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔

شہنشاہ "ڈقلڈیانوس" کے زمانہ (۲۴۸م) میں کیتھولک چرچ نے جو کچھ کیا وہ بھلا دینے کے قابل ہے؟ اس عہد میں آرتھوڈکس پر ہر مشق ستم کو جواز اور قانون کا درجہ حاصل ہو گیا تھا، زندہ نذر آتش کر دیا جاتا، لاش کو چیل کوں کو کھلانا ایک معمولی بات تھی، اس عہد میں ایک ملین عیسائی قتل کر دئے گئے، مصر میں قبطیوں کے چرچ نے اس عہد کو "شہیدوں کا زمانہ" قرار دیا، ظلم وستم کو یاد رکھنے کے لئے اپنی تقویم کا آغاز بھی اسی عہد سے کیا ہے۔

وہ عالمی برادری سے سوال کرتے ہیں: عیسائیوں کے حق میں جو بعض غیر ذمہ دارانہ واقعات وحادثات پیش آئے ہیں اس کو اہل کلیسا اس قدر بڑھا کر کیوں پیش کر رہے ہیں؟ جب کہ ان دلخراش واقعات سے حیرت انگیز اور مجرمانہ چشم پوشی اور اغماض سے کام لیتے ہیں جن کے ہیرو خود عیسائی ہیں؟

نبیل لوقا کی طرح بعض دوسرے انصاف پسند، غیر جانبدار عیسائی مؤرخین ومصنفین نے بھی اپنی تحریروں اور تحقیقات میں اس تلخ حقیقت کا جرأت کے ساتھ اعتراف کیا ہے، ان کی تحریروں سے یہ اجاگر ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ امن پسند وامن خواہ اور امن جو روئے زمین پر کوئی دوسری قوم نہیں، اگر تاریخ کے کسی گوشہ میں عیسائیت یا کوئی دوسرا مذہب وپیروان مذہب مظلوم نظر آتے ہیں تو اس کے اسباب، محرکات اور حالات ہیں جس کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔

عیسائی مؤرخ "فلیب فارج" اور "یوسف کریاج" نے اپنی کتاب "المسیحیون في التاريخ الاسلامي العربي والتركي" میں

"میخائل السریانی" روما سلطنت نے مشرقی عیسائیت کو پنپنے کا موقع نہیں دیا، نہ ہی پادریوں کی کوئی شکایت سننے پر رضامند ہوا، پھر خدا نے انتقام لیا، جنوب سے اولاد اسمٰعیل (عرب مسلمان) آئے اور انہوں نے انہی رومانیوں کو جنہوں نے ہمارے گرجوں کو سنگدلی کیساتھ ویران کیا تھا، شکست دی اور ہمیں ان کے ظلم وستم سے نجات دلائی، یہی نہیں بلکہ ہم کو اپنے دین، عقیدہ اور مسلک پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی، ہم امن وآشتی کی زندگی گذارنے لگے۔

"پروفیسر آرنلڈ" ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کا اعتراف کریں کہ غیر مسلم اسلامی حکومت کے شجر سایہ دار اور فصل پر بہار سے فائدہ اٹھاتے رہے جس کی نظیر ہمیں یورپ کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔

تحریر کیا ہے کہ مصر میں حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں عیسائیوں اور یہودیوں کی تعداد ۲۵۰۰۰۰ رخاندان تھی، نصف صدی کے بعد، اسلام کی رواداری اور مساوات سے متاثر ہو کر نصف تعداد نے اسلام قبول کرلیا۔

مستشرق اور مؤرخ "توماس آرنلڈ" اپنی کتاب "الدعوة الی الاسلام" میں تحریر کرتے ہیں: ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کا اعتراف کریں کہ غیر مسلم اسلامی حکومت کے شجر سایہ دار اور فصل پر بہار سے یوں فائدہ اٹھاتے رہے، جس کی نظیر ہمیں یورپ کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی، اسلامی حکومت کے سائے میں عیسائیوں کا زندگی گزارنا اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ عیسائیوں پر جو کچھ زیادتیاں ہوئی ہیں وہ مقامی حالات کی پیداوار تھیں، اس میں کسی مذہبی اور دینی محرک کا دخل کم سے کم تر تھا۔

عیسائی مؤرخ "کیتانین" رقم طراز ہیں: مشرق کے عیسائیوں کے درمیان اسلام کی تبلیغ واشاعت اور غیر معمولی مقبولیت یہ دراصل عیسائی مذہب سے مایوسی کا نتیجہ تھی، اس وقت عیسائی تعلیمات ایک ایسے عقیدہ میں تبدیل ہوگئی تھی جس کے اردگرد شکوک وشبہات کا ہالہ رقصاں تھا، جس نے مایوسی اور قنوطیت کا ماحول جنم دیا، عقیدہ کی بنیادیں ہل گئیں، یہاں تک کہ وہ اوہام وخرافات کے مجموعہ میں تبدیل ہوگیا اور انتشار وتفریق کا شکار ہوگیا، اس وقت اسلام نے عقیدہ کی صفائی اور پاکیزگی وسادگی کا تحفہ دیا، اس سے متاثر ہوکر عیسائیوں کا بڑا طبقہ حلقہ بگوش اسلام ہوا۔

لبنانی مؤرخ ڈاکٹر "جورج قرم" اپنی کتاب "تعدد الأدیان ونظم الحکم" میں لکھتے ہیں: اسلامی تہذیب اور عہد حکومت میں عیسائیوں پر ظلم وزیادتی کی مدت بہت محدود ہے، جو واقعات پیش بھی آئے ہیں اس کے متعدد اسباب ہیں، اگر باریکی سے تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو ایسے واقعات خلیفہ الحاکم بأمر اللہ اور متوکل کے زمانہ میں زیادہ تر وقوع پذیر ہوئے ہیں، لیکن انصاف کی بات یہ ہیکہ شہنشاہ وقت کی ان زیادتیوں کے شکار خود مسلمان بھی ہوئے، مذہبی تعصب سے زیادہ طاقتور، اہم اور ذمہ دار محرک بعض اہم اور نازک وحساس عہدوں پر فائز ومتمکن عیسائی عہدیداروں کا ظالمانہ اور باغیانہ طرز عمل تھا، تیسرا محرک اسلامی ممالک میں اجنبی طاقتوں کی مداخلت تھی، اس لئے کہ ان طاقتوں نے اسلامی ممالک کے عیسائیوں کو ورغلا کر اپنے دام فریب میں پھنسایا اور ان کو حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا، جیسا کہ مصر اور شام میں پیش آیا، ڈاکٹر "جورج قرم" کے مذکورہ بالا خیالات کی تائید "گب" اور "بولیاک" بھی کرتے ہیں۔

☆ لاڈربشپ "یوحنا النقیوسی" لکھتے ہیں:

"وہ خدا جو حق کی حفاظت کرتا ہے اس نے دنیا کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ نہیں رکھا ہے، بلکہ وہ اس کی تدبیر بھی کرتا ہے، اس خدا نے مسیحیت پر ظلم ڈھانے والوں پر رحم نہیں کیا، بلکہ ان کو اس طرح سزا دی کہ وہ عرب مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہوئے...... فاتح مصر عمرو بن العاص نے چرچ سے اس کے عوض میں ایک حبہ بھی وصول نہیں کیا، نہ کسی طرح کی غارت گری ہوئی بلکہ عرصۂ دراز تک وہ گرجا گھروں کا محافظ بنا رہا۔"

☆ لارڈ بشپ "بنیامین" (۲۹ھ۔ ۶۵۹ء) کو جو روما سے ۱۳ رسال تک جلاوطن رہا، عمرو بن العاص نے نہ صرف امان دیا بلکہ اس کی ملک آمد پر سپہ سالار نے اس کا استقبال کیا، اور جن گرجا گھروں کو انہوں نے آزاد کرایا تھا، ان کی سرکاری زیارت کرائی، "مقاریس" نامی گرجا گھر میں لارڈ نے تقریر کرتے ہوئے کہا: "مجھے اسکندریہ میں نجات، سکون اور وہ اطمینان حاصل ہوا جس کی مجھے تلاش تھی......"

☆ جب مصر میں عمرو بن العاص نے گرجا گھروں کو روما کے قبضہ سے آزاد کرایا تو ستر ہزار پادری ان کے استقبال کو نکل آئے۔

☆ لارڈ بشپ "میخائل السریانی" نے کلیسا پر اسلام کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

سلطنت روما نے مشرقی عیسائیت کو پنپنے کا موقع نہیں دیا، نہ ہی پادریوں کی کوئی شکایت سننے پر رضامند ہوا، پھر خدا نے انتقام لیا، جنوب سے اولاد اسمٰعیل (عرب مسلمان) آئے اور انہوں نے انہی رومانیوں کو جنہوں نے ہمارے گرجوں کو سنگدلی کیساتھ ویران کیا تھا، شکست دی اور ہمیں ان کے ظلم وستم سے نجات دلائی، یہی نہیں بلکہ ہم کو اپنے دین، عقیدہ اور مسلک پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی، ہم امن وآشتی کی زندگی گذارنے لگے۔

☆ بیسویں صدی تک عیسائی مؤرخین کلیسا پر اسلام کے عظیم احسانات کا تذکرہ کرتے آئیں ہیں اور اسلام کی رواداری کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں، "یعقوب نخلة روفیلہ" اپنی کتاب "تاریخ الأمة القبطیة" میں تحریر کرتے ہیں:

"جب مصر میں مسلمانوں کا قدم جم گیا تو عمرو بن العاص نے مصری شہریوں کی دلجوئی، ان کو خوش رکھنے، ان کا اعتماد حاصل کرنے، ان کے سرداروں کو قریب کرنے اور ان کے مطالبات کی تکمیل میں کوئی

دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

اس سلسلہ میں انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لارڈ بشپ "بنیامین" کو جو رومی شہنشاہ ہرقل کے زمانہ ہی سے روپوشی کی زندگی گذار رہے تھے، واپس بلایا، مذکورہ پادری نے جن لوگوں کو واپس بلانا چاہا ان کے لئے امان نامہ تحریر کروایا، جب لارڈ واپس ہوا تو سپہ سالار نے پورے اعزاز واکرام کے ساتھ اس کا استقبال کیا، اور ان کو اور ان کی رعایا کو امن وامان کا یقین دلایا...... پوپ "بنیامین" ایک فاضل شخص تھا، دانشوروں میں اس کا شمار ہوتا تھا، عمرو بن العاص نے ان کو قریب کیا، ملکی معاملات میں ان سے مشورہ بھی لیتے تھے۔ قبطیوں نے عمرو بن العاص کے اس اقدام کو بہت پسند کیا۔

عمرو بن العاص کی رواداری اور انصاف کا یہ حال تھا کہ انہوں نے مصری حکومت میں مفتوح قوم کو برابر شریک کیا، ان کو عہدے اور مناصب دیے، ملک کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے ہر ایک حصہ پر قبطی کو اس کا حاکم بنایا، ایسی کونسلیں قائم کی جن میں قبطیوں کی مؤثر نمائندگی تھی، دینی شعائر، قومی فیصلوں میں ان کو مکمل آزادی دی، گویا اہل مصر مفتوح ہونے کے باوجود مذہبی اور تہذیبی طور پر آزاد تھے، عمرو بن العاص نے جو ٹیکس عائد کیا وہ انتہائی منصفانہ تھا، قسطوں پر متعین مدتوں میں وصول کی جاتی تھی تاکہ شہریوں کو کسی قسم کی دشواری نہ ہو، خلاصہ یہ ہے کہ عمرو بن العاص کے عہد میں قبطیوں کو وہ راحت، سکون اور چین حاصل ہوا جس کو وہ عرصہ دراز سے بھول چکے تھے۔

☆☆☆☆☆

فقہی مسائل

از:...................... مفتی محمد طارق ندوی

سوال: میت کو اعزہ واقارب نہ جمع ہونے کی وجہ سے تاخیر سے دفن کرنا کیسا ہے؟

جواب: تجہیز وتکفین میں جتنی عجلت ہوسکے کرنی چاہئے تاخیر مناسب نہیں ہے۔

عن علی رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یا علی ثلاث لاتوخرها: الصلاة اذا أتت والجنازة اذا حضرت والأیم اذا وجدت لها کفوا۔

سوال: مطلقہ بائنہ عدت کے اندر اپنے سابق شوہر سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بائنہ تین سے کم ہے تو عدت کے اندر بھی اور بعد میں بھی اپنے سابق شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔

اذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها (هدایه جلد ثانی، ج۲ ص۳۹۹)

سوال: اگر کسی بالغ یا مجنون شخص کا انتقال ہوجائے تو اس کی نماز جنازہ میں دعا بالغ کی پڑھی جائے گی یا نابالغ کی۔

جواب: مجنون کی نماز جنازہ میں دعا بالغ کی پڑھی جائے گی۔

أما اذا کان صغیراً أو مجنونا فلیقل اللهم اجعله فرطاً واجعله أجراً وذخراً واجعله شافعاً ومشفعاً۔ (الجواهر النیرة، ج۱، ص۱۰۸)

سوال: اعضائے انسانی کی تجارت اور اس سے انتفاع کیسا ہے؟

جواب: اعضاء انسانی کی تجارت اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ اس کی کرامت کے خلاف ہے سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ولقد کرمنا بنی آدم"

فتاوی ہندیہ میں ہے "الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل لکرامته وهو الصحیح۔ (الفتاوی الہندیہ، ج۶، ص۲۳۶)

سوال: ایک مسجد کی چٹائی جو کہ مسجد کی ضرورت سے زائد ہے دوسری مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ایک مسجد کی چٹائی کو جو کہ مسجد کی ضرورت سے زائد ہے دوسری مسجد میں منتقل کرنا درست نہیں ہے۔

ولا یجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر سواء کان یصلون فیه اولا۔ (رد المختار، ج۳، ص۴۰۰۶)

دعائے مغفرت

سیتاپور کے معروف تاجر حاجی امیر احمد صاحب، پرانی دری منڈی کا انتقال ہوگیا ہے۔ موصوف دیندار مزاج کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

روٹری کلب

از: محمد وثیق ندوی

روٹری کلب کا تعلق فری میسن کلب سے ہے، اس پر بھی یہودیوں کا قبضہ وکنٹرول ہے، اور یہ صیہونی اغراض ومقاصد کی تکمیل کی راہیں ہموار کرتا ہے۔

روٹری کلب کو پال ہارس نے ۱۹۰۵ء میں شکاگو میں شروع کیا تھا، تین سال بعد چارلی بری نے حیرت انگیز طور پر اس کے دائرہ کو وسیع کردیا، اور مختصر مدت میں دنیا کے مختلف اہم ملکوں اور شہروں میں اسکی شاخیں قائم ہوگئیں، ۱۹۴۲ء میں جب اس کے بانی پال ہارس کا انتقال ہوا اس وقت روٹاری کلب کی دنیا کے ۸۰ ملکوں میں شاخیں قائم ہوچکی تھیں جن کی مجموعی تعداد ۶۸۰۰ تھی اور ممبران کی تعداد ۳۲۷۰۰۰ پہونچ چکی تھی۔

۱۹۱۱ء میں روٹاری کلب شکاگو سے آئرلینڈ کے شہر ڈبلن منتقل ہوگیا، اس کے بعد اس کی سرگرمیاں برطانیہ میں شروع ہوئیں، یہاں پر مسٹر موروتا می ایک شخص نے روٹاری کلب کے مشن کو عام کیا اور ممبرشپ کی مہم چلائی، یہ شخص نئے ممبران سے کچھ کمیشن لیتا تھا۔

۱۹۲۱ء میں مدرید میں اسکی شاخ قائم ہوئی، لیکن جلد ہی یہ کلب بند کردیا گیا اور پورے اسپین میں کہیں بھی کلب کھولنے کی اجازت نہیں ملی، اسی سال فلسطین میں بھی اس کی شاخ قائم ہوئی، فلسطین وہ پہلا عربی ملک ہے جہاں مرکزی روٹاری کلب نے اپنی شاخ قائم کی ہے تیونس کی دہائی میں فرانسیسی سامراج کی سرپرستی ونگرانی میں الجزائر اور مراکش میں روٹاری کلب نے اپنے ذیلی کلب کھولے، اس کے بعد طرابلس میں کلب کھولا گیا جس کے منتظمین میں مسٹر جان رابنس اور مسٹر فان کریج جیسے مدبر شامل تھے۔

۱۹۳۲ء میں چارلی بری نے سکریٹری کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

۱۹۴۴ء میں اٹلی کے روٹاری کلب نے صقلیہ کے شہر ورینا میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں عرب اور اسرائیل کے وفود شریک ہوئے، اس وجہ سے اس کانفرنس کو عرب۔اسرائیل کانفرنس کا نام دیا گیا، اس میں اسرائیل کلب کے صدر یعقوب بارزیف بھی شریک ہوئے۔

روٹری کلب کے پہلے ترجمان ٹونس روٹاری کلب کے نمائندہ مختار عزیز تھے ان کے بعد یعقوب بارزیف یہودی کو ترجمان بنایا گیا۔

افکار وتصورات

☆ روٹری کلب کے نزدیک دین ومذہب اور ملک ووطن کی کوئی قیمت اور اعتبار نہیں، اور ممبر کے انتخاب میں بھی ان باتوں کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔

☆ روٹری کلب ارکان وممبران کو اپنے نزدیک تسلیم شدہ مذاہب کی ایک فہرست دیتا ہے جن میں بودھ مذہب، عیسائیت، ہندو مذہب کا تفسوسیہ اور چینی عقیدہ کا تذکرہ ہوتا ہے، چینی عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو چھٹی صدی قبل مسیح رائج تھا، اس عقیدہ کے مطابق کہ دنیوی سعادت اور خیر کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب نفس کے مطالبات اور خواہشات پورے کئے جائیں، اور عام انسانوں کے مابین اجتماعی اور سیاسی تعلقات وروابط کو آسان بنایا جائے۔

☆ روٹری کلب کا یہ عقیدہ کہ دین ومذہب کا کوئی اعتبار نہیں، اور یہ یہودیوں کی تائید وحمایت کا راستہ آسان بناتا ہے اور تمام شعبہائے زندگی میں ان کے اثر ورسوخ اور کنٹرول کی راہ ہموار کرتا ہے، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہر کلب میں دو یا کم از کم ایک یہودی کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

☆ روٹری کلب کا یہ نظریہ ہے کہ کوئی بھی خیر کا کام بغیر کسی مادی یا معنوی بدلہ کے کیا جائے یہ نظریہ دینی تصور کے خلاف ہے کیونکہ مذہب کا تصور یہ ہے کہ خالص اور صحیح نیت سے کیا جانے والا ہر اچھے عمل کا بدلہ اور ثواب اللہ کے یہاں دوگنا ملے گا۔

☆ روٹری کلب کا ہر مہینہ ایک اجلاس ہوتا ہے، ہر ممبر پر لازم ہوتا ہے کہ اجلاس اور دیگر پروگراموں میں اس کی شرکت کم از کم سالانہ ۶۰ فیصد ہونی چاہئے۔

☆ روٹری کلب میں ہر کس وناکس کو رکن نہیں بنایا جاتا، اور جو اس کے ممبر بننا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ ممبرشپ کی درخواست کرنے کے بعد کلب کے دعوت نامہ کا انتظار کرے اور پھر کلب کے اصول وضوابط کے مطابق اس کو ممبر بنایا جائے گا۔

☆ کلب کے وہی لوگ ممبر بنائے جاتے ہیں جو بلند عہدے اور مناصب پر فائز ہوتے ہیں اور مزدوروں کو اور ان کے مماثل معمولی پیشہ افراد کو اس کلب کا ممبر نہیں بنایا جاتا۔

☆ کلب کے ممبر بناتے وقت ان کی عمروں کا لحاظ کیا جاتا ہے، اور نوجوانوں کو ترجیح دی جاتی ہے تاکہ روٹاری تنظیم نئے جوش وولولہ کے ساتھ آگے بڑھتی رہے۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ ہر پیشہ کا ایک نمائندہ ہو، لیکن اس وقت اس شرط وضابطہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا جب کسی پسندیدہ شخص کو ممبر بنانا ہو یا کسی ناپسندیدہ ممبر کو ہٹانا مقصود ہو، اس صورت میں تنظیم کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے کارروائی کی جاتی ہے۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ ہر کلب کی مجلس منتظمہ میں ایک شخص یا دو شخص ایسے ہونے چاہئیں جن کا تعلق روٹاری کی نسل اول سے ہو، یعنی پال ہارس کی نسل سے۔

چارلس مارڈن نے جو روٹاری کلب میں تین سال ممبر کی حیثیت سے رہے ہیں، روٹاری کلب کا ایک جائزہ لیا ہے جس میں انہوں نے مندرجہ ذیل حقائق سے پردہ اٹھایا ہے:

(۱) روٹری کلب کے ہر ۴۲۱ ممبروں میں سے ۱۵۹ ممبر فری میسن کلب کے وفادار ہوتے ہیں۔

(۲) کسی کسی کلب میں صرف ماسونیت (فری میسن کلب) کے افکار ونظریات کے حامل افراد ہی کو ممبر بنایا جاتا ہے جیسا کہ ۱۹۲۱ء میں برطانیہ کے اڈنبرہ کلب میں پیش آیا۔

(۳) ۱۸۸۱ء میں فرانس کے شہر نانس کے فری میسن کلب کے اجلاس میں یہ قرارداد پاس کی گئی کہ جب ماسونی دوسروں کے اشتراک اور تعاون سے کوئی کلب یا انجمن قائم کریں تو ماسونیوں پر لازم ہے کہ اس کا انتظام وانصرام اپنے ہاتھ میں رکھیں اور اس کی مرکزی کمیٹیوں میں وہی لوگ داخل کئے جائیں جو فری میسن کلب کے وفادار ہوں، اور یہ کلب فری میسن کلب کی رہنمائی میں کام کرے۔

☆ جب فری میسن کلب پر کوئی ملکی عالمی دباؤ پڑتا ہے یا کوئی اور مسئلہ پیش آجاتا ہے تو اس وقت ماسونی فری میسن کلب کی سرگرمیاں بند کرکے روٹاری کلب کی سرگرمیوں میں لگ جاتے ہیں اور جب فری میسن کلب کے حالات سازگار ہوجاتے ہیں تو روٹاری کلب کی سرگرمیاں کم ہوجاتی ہیں۔

☆ دنیا کے مختلف حصوں میں بہت سے ایسے کلب قائم ہیں جو فکر ونظر اور طریقہ کار میں روٹاری کلب سے مطابقت رکھتے ہیں ان میں قابل ذکر لیونز، کیوانی، گول میز ہیں، ان کلبوں کے ذمہ دار روٹاری کلبوں کا دورہ کرتے رہتے ہیں اور باہم تبادلہ خیال ہوتا رہتا ہے اور بعض شہروں میں ان کلبوں کے درمیان تعلق قائم رکھنے کے لئے رابطہ کمیٹیاں بھی تشکیل دی گئیں۔

فری میسن کلب اور روٹاری کلب کے درمیان دین ومذہب اور ملک ووطن کے مسئلہ میں اتحاد پایا جاتا ہے اسی طرح ممبران کے انتخاب کے طریقہ کار میں بھی، چنانچہ کوئی شخص بذات خود ان کا ممبر بننا چاہے تو نہیں بن سکتا، بلکہ یہ کلب جس کو ممبر بنانا چاہتے ہیں اس کے پاس خود دعوتی کارڈ بھیجتے ہیں۔

اسی طرح روٹری کلب اور ماسونیت کے افکار ونظریات میں یکسانیت ہے جیسے مساوات، بھائی چارگی، انسانیت نوازی اور مالی امداد جیسے پرفریب نعرے، یہ تصورات انتہائی خطرناک ہیں کیونکہ ان کے اختیار کرنے سے قومی خصوصیات ختم ہوجاتی ہیں اور پوری نوع انسانی ضائع وبرباد ہوجاتی ہے، صرف یہودیوں کو غلبہ وقوت حاصل ہوتی ہے جو پوری دنیا پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، اور یہ کلب یہودی اور صیہونی مفادات واغراض کے لئے کوشاں ہیں، روٹاری کلب بھی یہودی پلان کے دائرہ میں کام کرتے ہیں کیونکہ ان کے کلیدی عہدوں پر ماسونی ہی فائز ہوتے ہیں، اس لئے روٹاری کلب اول وآخر یہودی منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

روٹری کلب انسانی ہمدردی کے نام پر تمام طبقات میں تعلقات استوار کرنے کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور یہ عوام الناس کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ان کی سرگرمیاں صرف ثقافتی اور اجتماعی مسائل تک محدود ہیں، یہ کلب کانفرنسوں، محاضرات اور سمیناروں کے ذریعہ اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں۔

روٹری کلب کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ دوستی اور بھائی چارگی کے نام پر دوسری قوموں میں گھل مل جائیں، اس طرح ان کو ایسی معلومات مل جائیں گی جو اقتصادی اور سیاسی اغراض کی تکمیل میں ممد ومعاون ہوں گی، اور دوسری قوموں میں اخلاقی انارکی، بے راہ روی، مذہب بے زاری اور الحاد وبے دینی کو عام کرتے ہیں، اس مقصد کے پیش نظر روٹاری کلب میں انہیں افراد کو رکن بنایا جاتا ہے جو سوسائٹی اور پیشہ کے اعتبار سے ممتاز ہوتے ہیں تاکہ وہ اپنے اثر ورسوخ سے لوگوں کو باآسانی یہودیوں کا ہمنوا اور ہمدرد بنا سکیں۔

مراجع:

(۱) الماسونیہ فی العراء / ڈاکٹر محمد علی زعبی

(۲) اسرار الماسونیہ / جواد رفعت آتلخان

(۳) ماسونیت (انگریزی) / مصباح الاسلام فاروقی

(۴) خطر الیھودیہ العالمیہ علی الاسلام / عبداللہ تل

(۵) جذور البلاء / عبداللہ تل

(۶) حقیقہ اندیہ الروتاری / جمعیۃ الاصلاح کویت

(۷) Rotary and its Brothers, Charlbs, F. (Princebtom University Press-1963

(۸) To Wards my neighbour. G.R.H. Nitt

(۹) My Rode to Rotary Raul. P. Harris

(۱۰) Rotary Service

(۱۱) Service in life and work.

سیر و سیاحت

چوتھی قسط

تین دن آرزوؤں اور حسرتوں کی سرزمین میں

از .... مولانا عیسیٰ منصوری (لندن)

دار الحکمت ترکی کے اخباری نمائندے اور علما کے وفد سے گفتگو:

کائی فاؤنڈیشن میں ہی ترکی میزبان اسماعیل ندوی اور ان کے دوست فاتح صاحب لینے آگئے تھے، ان کے ساتھ روانہ ہو کر دار الحکمت پہنچے، مولانا شمس الضحیٰ علمی و دینی کتب کی تلاش میں عمر فاروق صاحب کے ساتھ مختلف کتب خانے دیکھنے چلے گئے، بندہ مولانا سلمان الحسینی کے ہمراہ دار الحکمت میں رہا، جہاں مختلف علما، اور اخباری نمائندے ملنے آتے رہے، انہی میں علامہ شیخ یوسف قرضاوی کی تنظیم اتحاد العلماء العالمی کے منتظم حضرات بھی تھے، جو مولانا سلمان صاحب کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرتے رہے، ان کا اصرار تھا کہ تنظیم کا سالانہ اجلاس تین دن بعد استنبول میں ہو رہا ہے، آپ حضرات اس کے لیے رک جائیں اور بندہ ترکی روزنامہ "اکت" (Akit) کے دینی ذوق رکھنے والے نمائندے توزان قسلق (Kaslaq) سے محو گفتگو رہا، ان سے ترکی کے سیاسی حالات کے متعلق بیش قیمت سیاسی معلومات حاصل ہوئیں، ان کا اخبار روزانہ تقریباً دو لاکھ میں ہزار چھپتا ہے، جس کا نام (Yenesafak) (شفق جدید) ہے ترکی وزیر اعظم جناب طیب اردگان کی پارٹی کا روزنامہ "زمان" (Zaman) ایک لاکھ دس ہزار اور فضیلت پارٹی کا "ملی گزٹ" (Mille Gazatte) تیس ہزار، سب سے زیادہ حیرت یہ معلوم کر کے ہوئی کہ نوری مشائخ کے صوفیاء کا (Yen Asia) نیا ایشاء چھ لاکھ اور دوسرا اخبار ان کا تقریباً ڈھائی لاکھ روزانہ چھپتا ہے، ان نامساعد حالات میں جہاں اقتدار اعلیٰ مذہب دشمن کے پاس ہو، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فوج اور عدلیہ اسرائیلی ہیں، وہاں تصوف کے سلسلے کے مشائخ کرام اور علماء و مفکرین، خاموشی و حکمت کے ساتھ عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر نئی نسل کے لیے جو کام کر رہے ہیں، وہ ہمارے لیے سبق آموز ہی نہیں قابل تقلید بھی ہے، اسی طرح ترکی کے مرکزی بازار میں جگہ جگہ اخبارات کے دکانوں پر ترکی کے مشائخ تصوف اور علماء کرام اور ہمارے شیخ مصطفیٰ الجواد کے آڈیو ویڈیو سی ڈیز نظر آئیں، جب کہ برصغیر میں ابلاغ کے ان جدید شعبوں میں جن کے ذریعہ سے ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے دل و دماغ پر دستک دی جا سکتی ہے اور اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہے، ہمارا کام نہ ہونے کے برابر ہے، پوری نئی نسل ہمارے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان کی فکری و نظریاتی غذا کا کوئی انتظام ہم نہیں کر سکے۔ بلکہ ہم اب تک جدید الیکٹرانک میڈیا کے حلت و حرمت کی بابت کوئی فیصلہ نہیں کر پائے، لیکن جو چیز بالاتفاق حلال و طیب ہے، یعنی پرنٹ میڈیا اس میں ہماری کیا کارکردگی ہے، اللہ ہی ہمیں عقل و ہوش نصیب فرمائے، آمین۔

مجلس جامع سلیمانیہ اور سلیمان اعظم کے مزار پر:

ظہر کی نماز بعد اسماعیل ندوی مولانا سلمان کو لے کر ایئرپورٹ روانہ ہوگئے، جہاں شام چھے بجے مولانا کی دہلی کے لیے فلائٹ تھی، بندہ اور مولانا شمس الضحیٰ صاحب مختصر قیلولہ کر کے تاریخی آثار دیکھنے نکل پڑے، پہلے چہارشبہ محلے کے مرکزی بازار کے فروٹ اور میوہ جات کے پاس سے ہوتے ہوئے ایک سادہ سے ترکی قہوہ خانے میں ترکی چائے کے ساتھ ترکی کباب کھائے، عمر فاروق صاحب نے بتایا کہ ترکی میں ہر نوع کے میوہ جات وفروٹ بکثرت ہوتے ہیں جو نہایت اعلیٰ کوالٹی اور نہایت ارزاں ہیں، لندن میں غریب خانے پر بندے کے ناشتے میں ترکی زیتون و پنیر لازماً ہوتا ہے، چند منٹ کے فاصلے پر جامع شہزادہ بشیر کی زیارت کی جو ترکی کی دیگر شاہی مساجد کی طرح نہایت پرشکوہ اور حسین و جمیل تھی پھر چند منٹ چل کر عصر کی نماز جامع سلیمانیہ میں پڑھی، جامعہ سلیمانیہ استنبول کی سب سے بڑی اور عالیشان جامع ہے جسے سلیمان اعظم نے (۱۴۴۶ء-۱۹۷۴ء) تعمیر کروائی تھی، سلیمان اعظم کے دور میں خلافت عثمانیہ اپنی وسعت، قوت اور خوشحالی و ترقی کے اوج کمال کو پہنچ گئی تھی، کہا جاتا ہے کہ اس جامع کی تعمیر میں شرکت کے لیے ایران کے شیعی حکمران شاہ طہماسپ نے بھاری رقم اور قیمتی جواہرات بھیجے تھے، سلیمان اعظم نے یہ رقم فقراء میں تقسیم کرادی اور بیش قیمت جواہرات سنگریزوں کے ساتھ دیوار میں چنوا دیے کیونکہ سلیمان اعظم کے نزدیک وہ بے نمازی اور فاسق تھا، اس نے اہل سنت پر بے پناہ مظالم کیے

اور ان کی مساجد کو مسمار کیا، اس لیے سلیمان اعظم کی حمیت و غیرت نے اسکی رقم مسجد میں لگانی گوارا نہیں کی، ہمارے میزبان عمر فاروق صاحب نے اس خط کا مضمون سنایا جو سلیمان اعظم نے شاہ ایران کو لکھا تھا جس کا مضمون کچھ اس طرح شروع ہوتا ہے یاشارب الیل والنہار ویا امام الزیغ والضلال (اے دن رات شراب پینے والے گمراہی و کج روی کے امام) جامع سلیمانیہ کیساتھ ہی سلیمان اعظم کی قبر پر فاتحہ پڑھی، سلیمان اعظم کے مزار کے قریب جامع سلیمانیہ کے معمار ریتان کا مزار ہے، جو فن تعمیر کا امام مانا گیا ہے، اس کی تعمیر کردہ تین سو ساٹھ یادگاریں اس کے بعد بھی محفوظ ہیں جس میں جامع سلیمانیہ سب سے بڑا شاہکار ہے، تاریخ میں بالاتفاق مورخین اسے دنیا کا سب سے بڑا معمار تسلیم کرتے ہیں۔

ترکی کے نورسی ونقشبندی مشائخ تصوف:

سلیمان اعظم کی قبر کے ساتھ ہی نورسی اور نقشبندی کے سلسلے کے بہت سے مشائخ مدفون ہیں، ترکی اور وسط ایشیاء میں زیادہ تر نقشبندی کے سلسلے کی خالدی کرونی شاخ نے کام کیا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلے میں دہلی کے شاہ غلام علی نقشبندی کے خلیفہ تھے، یہیں پر شیخ محمد زاہد کی قبر ہے جن کا چند سال پہلے انتقال ہوا تھا، یہ ترکی کے موجودہ وزیر اعظم طیب اردگان اور ان کے رہبر اور سیاسی رہنما نجم الدین اربکان کے شیخ تھے، یہیں عالم اسلام کی بے مثال ہستی شیخ محمد ضیاء الدین غاموش ہناوی کی قبر ہے، جو رموز الاحادیث کے مصنف ہیں، غرض سلیمان اعظم کی قبر کے ساتھ اولیاء کرام کا عظیم خزانہ مدفون ہے، ہم نے ان سب بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھی، آج کل تصوف کا انکار و استہزاء ایک فیشن بن گیا ہے، مگر ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ وسط ایشیاء میں کمیونزم کی کالی آندھی ہو یا اتاترک کے جبر و استبداد کے طوفان کے سخت حالات میں ان قوموں کو صرف تصوف ہی نے اسلام پر قائم رکھا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ تصوف کے سلسلے نہ ہوتے تو اندلس کی طرح ترکی سے بھی اسلام ختم ہوگیا ہوتا، نقشبندی نورسی تیجانی، حلیمیہ و سلیمانیہ سلسلوں کی خانقاہوں نے اتاترک کے استبدادی دور میں بھی زیر زمین دینی و اخلاقی رہنمائی جاری رکھی، ان سلاسل تصوف کے مشائخ نے اخلاقی، سماجی، تعلیمی میدانوں میں رہنمائی کی اور مثالی تعلیمی ادارے اسلامی ہوسٹل، کارخانے، نشر و اشاعت کے ادارے اور کمپنیاں قائم کیں، نقشبندی سلسلے کے رہنما شیخ سعید کردی، شیخ عاطف اور شیخ اسعد نے قید و بند کی صعوبتوں اور تختہ دار کی پروانہ کرتے ہوئے دین کا دامن تھامے رکھا، شیخ سعید کردی اور ان کے دوسو کے قریب مریدین شہادت سے سرفراز ہوئے، ہزاروں گھر منہدم کئے گئے، آٹھویں دہائی میں جب نجم الدین اربکان نے بیت المقدس کی بازیابی کے لئے ریلی نکالی تو اتاترک کی فوج نے تین ہزار سے زیادہ لوگوں کو تختہ دار پر چڑھا دیا اور بے شمار لوگوں کو جیل میں ٹھونس دیا پھر ۱۹۸۰ء میں ایک لاکھ تیس ہزار لوگوں کو جن میں بہت بڑی تعداد جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تھی، دینی ذہن رکھنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا، انہیں ملازمت سے نکال دیا گیا، جن میں استنبول و انقرہ یونیورسٹیوں اور دیگر کالجوں کے پروفیسروں کی بڑی تعداد شامل تھی لیکن نوری نقشبندی سلیمانیہ سلسلے برابر اپنا کام کرتے رہے، انہوں نے رفاہی سوسائٹیاں قائم کیں، اسلامی بنیاد پر غیر سودی بینک اور سوسائٹیاں بنائیں، اسلامک مالیاتی بینک، برکہ بینک فیصل فنانس کارپوریشن جیسے غیر سودی بینکوں کی شاخیں پھیلا دیں، پورے ترکی میں حفظ قرآن کے مکاتب کا جال پھیلا دیا، جامع سلیمانیہ کے ساتھ ہی ترکی کا سب سے بڑا تاریخی کتب خانہ سلیمانیہ ہے، جہاں بیشمار نادر مخطوطات محفوظ ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا میں عربی فارسی مخطوطات کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے، اسے سرسری طور پر بھی دیکھنے کے لئے کئی ہفتے درکار ہیں، حسرت کیساتھ واپس لوٹے شاید کبھی فرصت میں حاضر ہوسکیں، جامع سلیمانیہ سے چند منٹ کے فاصلے پر جامع سلطان بایزید ہے، یہ بھی ترکی کی جامع کی طرح نہایت ہی پرشکوہ اور فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے، جامع بایزید کے سامنے کھلا صحن غیر معمولی طور پر وسیع ہے، جس میں بلا مبالغہ لاکھوں آدمی آسکتے ہیں، یہاں ہر وقت ایک میلہ سا لگا رہتا ہے اس میدان کے کنارے عثمانی دور کا ایک عظیم الشان (دروازہ) ہے، جس پر عربی میں لکھی عبارت سے معلوم ہوا کہ یہاں عثمانی دور میں عسکری و فوجی تربیت کا ادارہ تھا، اب یہاں استنبول یونیورسٹی ہے اور کسی باحجاب خاتون کو اندر جانے کی اجازت نہیں، جامع بایزید کے متصل ہی سلطان محمد فاتح کا تعمیر کردہ مسقف بازار، گرینڈ مارکیٹ (Grand Market) ہے جو ۱۴۸۱ء کا تعمیر کردہ نہایت خوبصورت اور منقش محرابوں کی شکل میں ہے، اس کی چھت نہایت پختہ و منقش ہے، یہ ترکی مصنوعات کا اہم مرکز ہے، اس میں ۳۳۰ دکانیں، ۶ غسل خانے، ۵ مساجد اور بیٹھکیاں ہیں، یہاں ہم نے تقریباً آدھ گھنٹہ گزارا، مولانا شمس الضحیٰ صاحب نے ایک ترکی حقہ اور بندہ نے پشمینی چادریں خریدیں۔

(جاری)

کامیابی کی شاہ کلید اخلاص ومحبت

طلبۂ دار العلوم ندوۃ العلماء سے

مولانا تقی الدین مظاہری ندوی

کا ایک عمومی خطاب

رپورٹ.........جاوید اختر ندوی

رکن مجلس شوریٰ ندوۃ العلماء، سابق پروفیسر حدیث العین یونیورسٹی ابوظبی، سرپرست جامعہ اسلامیہ مظفر پور اور متعدد وقیع کتابوں کے محقق ومصنف مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ نے ۲۱رشوال کو تعلیمی سال کے آغاز پر دار العلوم کی وسیع مسجد میں طلبہ سے ایک عمومی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

مدارس حضورؐ کے باغات ہیں، آپ کو کسی دوسری طرف جھانکنا تک نہیں ہے، شکر بجالایئے کہ خدا نے آپ کو ایک ایسے ادارہ میں حصول علم کا زریں موقع عنایت کیا ہے، جس کا پوری دنیا میں ایک خاص مقام وشناخت ہے، اور اس کے فضلاء نے علمی حلقوں میں دھوم مچا رکھی ہے۔

مولانا نے طلبہ کو صبر واستقامت اور اخلاص ومحنت کی طرف خاص توجہ دلاتے ہوئے کہا: انسان معمولی دنیاوی نفع کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے، آپ تو نائبین رسول اور خوشہ چینان علوم نبوت میں شامل ہیں تو آپ کو کس قدر محنت کی ضرورت ہے اور یہ بھی یاد رکھئے کہ صرف محنت ہی کافی نہیں ہے بلکہ اخلاص کہیں زیادہ لازمی ہے، آپ بڑے سے بڑے کارنامے انجام دیئے جائیں، مگر اس میں اخلاص نہیں ہے تو وہ خدا کے ہاں کسی کام کا نہیں، اور اگر آپ نے دینی علوم کے ساتھ دنیاوی مقاصد کو شامل کر دیا تو پھر حدیث میں آتا ہے کہ ایسا شخص جنت کی خوشبو تک سے محروم رہے گا۔

زمانۂ طالب علمی کے مصائب ومشکلات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ جو ابتداء میں پریشانیاں جھیلتا ہے وہی بعد میں سکون پاتا ہے، امام بخاری کو دنیا میں کون نہیں جانتا، ان کی کتاب اصح الکتب کیسے بن گئی، وہ بس خدائی توفیق واخلاص اور محنت کا نتیجہ ہے، ان کے والد اسماعیل کا انتقال بچپن میں اس وقت ہوا جب وہ نابینا تھے، والدہ نے تربیت کی اور ان کی دعا کی برکت سے ایسی بینائی نصیب ہوئی کہ نبی کریمؐ کی قبر مبارک کے پاس چاندنی راتوں میں "قضایا الصحابة والتابعين" اور "التاريخ الكبير" جیسی بے نظیر کتابیں تصنیف کیں۔

مولانا نے اپنے طویل علمی تجربات کی روشنی میں قیمتی مشوروں، نصیحتوں کے بعد طہارت قلب وتزکیۂ نفس کیساتھ خدا کی ذات پر کامل بھروسہ وتوکل کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ آپ شباب کی دہلیز پر ہیں، غلط اعمال وحرکات اور بدنگاہی سے ہمیشہ پرہیز کیجئے، ورنہ دنیا وآخرت دونوں میں خسارہ ہوگا، دین کی حقیقت تو اپنی جگہ ہے ہی، اس کی شکل وصورت کا بھی اثر پڑتا ہے، آپ کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں، جس خدا کی راہ میں طلب صادق کیساتھ آپ نکلے ہیں، وہی آپ کی مدد اور تمام شرور وفتن سے حفاظت کرے گا، مگر شرط ہے کہ آپ بھی اسی کے ہوجایئے۔

وہ کیا مٹائے گا میرا نام ونشاں
جس کے قبضہ میں نہیں سود وزیاں

دعاء کا اہتمام کیجئے، بالخصوص دعاء سحرگاہی کو تو اپنے معمول میں داخل کرلیجئے۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

(نوٹ) مولانا تقی الدین ندوی نے دار العلوم ندوۃ العلماء میں طلباء علیاء ثانیہ شریعہ کو بخاری کا درس دے کر بخاری شریف کی تعلیم کا آغاز بھی فرمایا، تفصیلات انشاء اللہ آئندہ دی جائیں گی۔

☆☆☆☆☆

خدا کی ایک نیک بندی کی رحلت

حوا بی، مقیم آزادول ساؤتھ افریقہ ایک بہت ہی نیک خاتون تھیں روزہ نماز کی پابندی کے ساتھ تلاوت وقرآن سے خصوصی شغف رکھتی تھیں ماہ مبارک میں ہر روز پندرہ پارہ کا اہتمام تھا مشکوک ومشتبہ چیزوں سے پرہیز کا بڑا اہتمام تھا، بازار کی بنی ہوئی کوئی چیز استعمال نہ کرتی تھیں مغربیت زدہ ملک میں رہنے کے باوجود آخر تک اپنے گھر میں T.V. نہیں آنے دیا۔ ۱۰رنومبر ۲۰۰۶ء کی شب میں انتقال فرما گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، پسماندگان میں محمد امین ابراہیم اور ابوبکر، تین بیٹے اور کئی بیٹیاں ہیں جو سب دعوت وتبلیغ اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ مرحومہ کے لئے مغفرت ورفع درجات کی دعائیں فرمائیں۔

بخدمت محترم ومکرم فرزندان ندوۃ العلماء لکھنؤ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

ندوۃ العلماء ایک تحریک ہے، یہ وقت کی آواز تھی جب وجود میں آئی، اور اس وقت اس کی ضرورت بعض حیثیتوں سے اور بڑھ گئی ہے، ندوۃ العلماء نے ملت اسلامیہ ہندیہ کی تعمیر نو میں کیا کردار ادا کیا، اور اس کے فضلاء نے ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ عالم اسلام کے علمی، ادبی، دعوتی اور فکری جمود کو کس قوت کے ساتھ توڑا، اس کے بحر الکاہل میں کیسا تلاطم پیدا کیا، اور ملت کی کشتی کی ناخدائی میں وقت کے تقاضوں کا کس طرح خیال رکھا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب تلاش کرنا نئی نسل کو علمی اور دعوتی میدان میں خط مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے، چنانچہ ایک منصوبہ بنایا گیا ہے کہ تاریخ ندوہ کی گمشدہ کڑیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالا جائے، اور ان سے ایک نئی خوبصورت زنجیر تیار کی جائے، اور فضلائے ندوہ کے کارناموں سے دنیا کو واقف کرایا جائے، اور ندوۃ العلماء کے علمی اور دعوتی نظام کو بہتر بنانے میں ان کے تجربات اور خیالات سے فائدہ اٹھایا جائے، اسی کے پیش نظر ایک سوال نامہ علماء وفضلاء ندوہ کی خدمت میں بھیجا جا رہا ہے، براہ کرم اس کو سامنے رکھ کر ہمارے منصوبہ کی تکمیل میں تعاون فرمائیں۔

ان سوالات کے علاوہ کوئی بات ذہن میں ہو اور قابل ذکر ہو تو وہ بھی تحریر فرمائیں۔

سوالات:

۱۔ نام:

۲۔ ولدیت:

۳۔ تاریخ ومقام پیدائش:

۴۔ خاندان اور پس منظر:

۵۔ ندوہ میں تعلیم حاصل کرنے کا محرک:

۶۔ ابتدائی تعلیم:

۷۔ دار العلوم میں داخلہ:

۸۔ مدت تعلیم:

۹۔ دار العلوم کے علاوہ دوسرے تعلیمی اداروں سے استفادہ کی نوعیت:

۱۰۔ اہم اساتذہ اور ان کی تدریسی خصوصیات:

۱۱۔ آپ کے محبوب اور آئیڈیل اساتذہ:

۱۲۔ اگر دارالاقامہ میں قیام تھا تو نگران دارالاقامہ، ان کا طریقۂ کار اور انداز تربیت:

۱۳۔ شہر میں قیام کی صورت میں وہاں کا ماحول اور سرپرست یا مربی کے بارے میں آپ کا تصور:

۱۴۔ طالب علمی کے زمانہ کے آپ کے پسندیدہ موضوعات:

۱۵۔ آپ کے عہد میں وہ کتابیں جو طلبہ میں زیادہ رائج تھیں، اور جن سے طلبہ زیادہ متاثر تھے:

۱۶۔ نمایاں ہم سبق/ معاصر طلبہ:

۱۷۔ طالب علمی کے عہد کی تعلیمی سرگرمیاں: الاصلاح، النادی العربی، یا کسی دینی تعلیمی تحریک سے تعلق:

۱۸۔ دلچسپ یادیں:

۱۹۔ کوئی یادگار دن:

۲۰۔ ندوہ کے کتب خانہ اور دارالکتب کے ساتھ آپ کا تعلق اور معاملہ، زمانہ طالب علمی اور آج:

۲۱۔ آپ کے عہد طالب علمی میں ندوہ کی سرگرمیاں تحریک ندوہ کے آئینہ میں:

۲۲۔ ملکی سیاست کا دارالعلوم پر اثر:

۲۳۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد کے علمی کام اور منصوبے:

۲۴۔ تدریسی خدمات، اور دعوتی خدمات:

۲۵۔ تصنیفات، علمی اور ادبی سیمناروں اور مناقشوں میں شرکت:

۲۶۔ موجودہ مشاغل اور سرگرمیاں، عہدے اور مناصب، علمی اداروں کی رکنیت:

۲۷۔ ندوہ اور دارالعلوم سے تعلق کی نوعیت:

۲۸۔ دارالعلوم کے نصاب کے بارے میں اظہار خیال، آپ کے نزدیک تبدیلی کی ضرورت ہے یا نہیں:

۲۹۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور ندوی فضلاء اس دور میں مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں:

۳۰۔ ندوہ کی تحریک کو مؤثر بنانے کے سلسلے میں آپ کے افکار و خیالات:

۳۱۔ جدید اور قدیم کے امتزاج کی نوعیت اور عملی شکل کے بارے میں آپ کی رائے:

۳۲۔ قدیم ندوی اساتذہ یا ذمہ داروں میں سے کسی سے آپ کی فکری مناسبت اور اس کو ندوہ کی مثالی شخصیت قرار دینے کے بارے میں آپ کی رائے:

۳۳۔ ندوی فضلاء کی تصنیفات میں سے آپ کس تصنیف کو مثالی تصنیف سمجھتے ہیں اور آپ کے نزدیک کس موضوع پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے:

نوٹ: اس فارم کو آپ ویب سائٹ سے بھی حاصل کر سکتے ہیں، اور ای میل سے ارسال کر سکتے ہیں۔
اور خطوط دفتر تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتے پر ارسال کریں۔

معتمد تعلیم
ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ

Kamaluddin & Sons Perfumers

Specialist In

Indian Attar Like Shamama, Rhuhkhus, Hina etc.

عطر کی مشہور قدیم دوکان

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

کمال الدین اینڈ سنس پرفیومرس

Akbari Gate, Lucknow-226003
Phone : 0522-2267501

MEENA QUALITY CAKE

مینا بیکری

MEENA BAKERY

Specialist In:

Bread, Bunds, Cakes, Biscuits, Pasteries, Rusk, Birthday Cakes, Paties, Rolls etc.

337 Phool Bagh, Luucknow-226001

Ph.: 2629448

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، فالج، دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے لئے 80 سالہ پرانی مفید ترین یونانی دوا

رجسٹرڈ نمبر 17476

دل آرام تیل

اسٹاکسٹ: **ہارون جنرل اسٹور**، چکمنڈی لکھنؤ

تیار کردہ: **آرام فارمیسی، لکھنؤ**

فون: 2248567، موبائل: 9415500247

شوگر کے مرض سے دائمی نجات کے لئے ایک مؤثر یونانی دوا

رجسٹرڈ نمبر 17476

شوگر آف

چار ماہ مسلسل استعمال سے شوگر کے مرض سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

اسٹاکسٹ: **اودھ اسٹور**، امین آباد لکھنؤ

تیار کردہ: **آرام فارمیسی، لکھنؤ**

فون: 2248567، موبائل: 9415500247

ہول سیل ڈیلر

سیل، ٹارچ و پارٹس، ٹارچ بلب، گیس مینٹل، لالٹین، لیمپ و پارٹس، گیس لائٹر، تالے، چھری وغیرہ

سنسار لائٹ کمپنی، باغ گونگے نواب، امین آباد، لکھنؤ

Ph.: (O) 2627645, 2617003، شاہ الٰہی 9335901987، عابد الٰہی 9935236166، انس الٰہی 9335025584

Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796
پروپرائٹر / ولی اللہ

WALIULLAH JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery

ولی اللہ جویلرس
Jutey wali Gali,
Aminabad, Lucknow

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت
ہر قسم کے قرآن مجید مترجم غیر مترجم، حمائل، عدے پارے، پنج سورے، عربی فارسی، اردو درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول، انٹر، جامعہ اردو گزٹ کی گائیڈ، گیس پیپر اور کھر یلو مشق کتابیں بھی ہم سے مناسب قیمت پر طلب کر سکتے ہیں۔
Estd: 1878 (S) 0522-2627133 (R) 2391838 (M)9415104065
صدیقی بک ڈپو

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Ph: 23460220-23468708 Tele: Add Cupkettle

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9415001207-9335726377

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel: 23424781-23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
men mark ®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone: (S) 2616946 (R) 2627443

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956
حرمین پروڈکٹس
محمدیہ پروڈکٹس کے سپر اسٹاکسٹ
النبیل یو اے ای کلونجی تیل اور کلونجی پروڈکٹس کے اسپشلسٹ
کھوپرا تی سرمہ، روغن بلسن، عطریات
حرمین بک ڈپو
پرفیومس النبیل دوبئی
U.A.E. کے مختلف عطریات سے معطر
دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی۔ این۔ ورما روڈ، امین آباد لکھنؤ

Ph. 2240381/2840580 Mob: 9415426138
E-Mail: mirzatour-trawel hotmail.com
مرزا ٹور اینڈ ٹریول (رجسٹرڈ) لکھنؤ
MIRZA TOOR & RAVEL
حج، عمرہ ٹور آرگنائزر اینڈ گائیڈ سروس
حج وعمرہ، ملک و بیرون ملک کے ہوائی ٹکٹ، ویزا و اسٹیمپنگ، امیگریشن و بیرونی ملک کی زرمبادلہ تبدیل کرنے کے لئے رابطہ قائم کریں
U. G. 29 AVADH POINT NAKKHAS CROSSING, LUCKNOW.

Nadwatul Ulama
P.O. Box No. 93, Tagore Marg,
Lucknow - 226007 (India)

ندوة العلماء
ص۔ب۔۹۳ ٹیگور مارگ
لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۷ (الھند)

Date ____________

التاریخ ____________

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے۔ طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں درجات کی بڑی کمی واقع ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے سال گذشتہ داخلے محدود کرنے پڑے، اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید درسگاہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا، اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید درسگاہ میں جو تین منزلہ ہوگی پندرہ درجات ہوں گے۔ ہر درجہ ۳۴×۲۵ فٹ کا ہوگا۔ اور اس کے سامنے برآمدہ ہوگا تاکہ طلباء کو تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس تعمیر پر ۷۶ لاکھ روپے کے خرچ کا تخمینہ ہے، جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے، اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباءِ علمِ دین دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہونچے گا۔

وما ذلك على الله بعزيز

(مولانا) واضح رشید ندوی	پروفیسر وصی احمد صدیقی	(مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی	(مولانا) مفتی محمد ظہور ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر شعبہ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے: Nadwatul Ulama

Phone : (91-522) 2741316, 2740151 Fax : 2741231, 2741221
e-mail Address : nadwa@sancharnet.in / website: www.nadwatululama.org